استبقوا الخیرات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

خالد

ربوہ

مارچ ۱۹۶۳ء

ایڈیٹر

رفیق احمد ثاقب

چندہ سالانہ ۵ روپے	فی پرچہ ۵۰ پیسے	ممالک بیرون ۱۰ شلنگ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنی کتاب

"ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی" میں فرماتے ہیں:۔

ہمارا ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے اور بعد اس کے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں ہے جو صاحبِ شریعت ہو یا بلا واسطہ متابعت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم وحی پا سکتا ہو بلکہ قیامت تک یہ دروازہ بند ہے اور متابعتِ نبوی سے نعمتِ وحی حاصل کرنے کیلئے قیامت تک دروازے کھلے ہیں وہ وحی جو اتباع کا نتیجہ ہے کبھی منقطع نہ ہوگی۔ مگر نبوت شریعت والی یا نبوتِ مستقلہ منقطع ہو چکی ہے ولا سبیل الیھا الی یوم القیامۃ۔"

بسم اللہ الرحمن الرحیم —— نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

استبقوا الخیرات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان،

ماہنامہ خالد ربوہ

ایڈیٹر

رفیق احمد ثاقب

نائبین

انور حسن ؛ لطف الرحمٰن محمود

جلد ۹	اماں ۱۳۴۲ھش	مارچ سنہ ۱۹۶۳ء	شمارہ ۵

ترتیب

(سید عبدالباسط پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ "خالد" دارالصدر جنوبی سے شائع کیا)

افتتاحیہ

اُنْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

فکر و تحقیق کا بے پناہ وسیع میدان

زیرِ نظر شمارہ میں "قرآن مجید اور نظامِ کائنات" کے عنوان کے تحت ایک خیال افروز اور فکر انگیز علمی و تحقیقی مقالہ پیش کیا جا رہا ہے جس میں تخلیق و نظامِ کائنات کے بارہ میں بعض سائنسی شواہد کا قرآن کریم کے ارشادات سے تطابق دکھایا گیا ہے۔ اس نوع کے مضامین کے سلسلہ میں یہ امر ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ انسانی تحقیقات خواہ کس قدر وسیع و عمیق ہوتی چلی جائیں ان کے نتائج کو بہرصورت کلامِ الٰہی کے تابع ہی رکھنا ہوگا۔ کیونکہ ان انسانی تحقیقات کو کسی بھی دَور میں مکمل اور آخری نہیں قرار دیا جا سکتا۔ پہلے ایک تھیوری پیش کی جاتی ہے پھر اس کے نقائص کی نشاندہی کرتے ہوئے اسی بنیاد پر ایک اور نئی تھیوری کی عمارت کھڑی کر دی جاتی ہے۔ اور کون جانتا ہے کہ آج کی مسلمہ تھیوری اور کتنے روز چلے گی؟ اس کے بالمقابل قرآن کریم کے بارہ میں ہمارا یقین ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا اپنا کلام ہے اور اس کا ایک شوشہ بھی اب تبدیل نہیں ہو سکتا۔ پس اگر کسی مسئلہ میں سائنسی نظریہ اور کلامِ مجید میں کوئی بظاہر اختلاف سا محسوس ہوتا ہے تو ضرور وہ نظریہ غلط ہے اور یا ہمارے زاویۂ نگاہ اور طرزِ استدلال میں کوئی نقص ہے۔ کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا کہ خدا تعالیٰ کے فعل (یعنی سائنس) اور اس کے قول میں کسی قسم کا تضاد پایا جائے۔

یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ مسلمانوں نے پچھلے وقتوں میں جہاں مختلف علوم و فنون میں بے حد ترقی کی وہاں سائنسی علوم (Natural Sciences) کی جانب سے عموماً بے اعتنائی سی برتی گئی۔ اور اگرچہ ابتدائی دَور کے مسلم حکماء و فضلاء نے سائنس کے میدان میں اپنی پیہم جدوجہد سے قابلِ قدر اور نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں مگر مذہبی راہنماؤں کی عمومی مخالفت اور عامۃ الناس کی عدم توجہی کے باعث یہ بے ترتیب سی کوششیں زیادہ دیر تک اور صحیح خطوط پر جاری نہ رہ سکیں اور تدریجاً یہ علوم مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر یورپ کے غیر مسلموں میں رواج پا گئے۔ جن کی رات دن کی محنت کے نتیجہ میں ان علوم نے تیز رفتاری سے ترقی کی منازل طے کیں اور ہم موجودہ دَور تک آ پہنچے۔ چونکہ ان علوم کے میدان میں زیادہ تر غیر مسلم ہی چھائے رہے جن کے مذاہب خود ان کی پوری تسلی نہ کر سکتے تھے اور نت نئے سائنسی انکشافات نے ان کے مسلّمہ مذہبی عقائد سے بالکل مختلف نظریات پیش کر دیئے تھے۔ لہٰذا مذہب و سائنس کو ایسی جُدا جُدا چیزیں سمجھ لیا گیا جن میں کوئی قدرِ مشترک نہ ہو چنانچہ ان علوم کے جاننے والے بالعموم مذہب سے متنفر ہو جاتے اور رفتہ رفتہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا ہی انکار کر بیٹھتے۔ اگر سائنسی علوم کی موجودہ ترقی مسلمانوں کے ہاتھوں ہی پروان چڑھتی تو غالب گمان یہی ہے کہ اس قسم کی صورتِ حال نہ پیدا ہوتی۔ بہرحال اس کے باوجود مغربی دانشوروں کی ایک

کثیر تعداد مذاہب کی حامی اور اللہ تعالیٰ کی ہستی کی بڑی شدومد سے قائل ہے اور بیشتر سائنسی شواہد کو وجود باری تعالیٰ کے ثبوت میں پیش کرتی ہے مگر معرفت کے حقیقی سرچشمہ سے محروم ہونے کے سبب ایک حد کے بعد اُن میں سے بھی بعض کے خیالات خدائی قدرتوں کے اسرار و رموز نہ سمجھ سکنے کے باعث پراگندہ ہو جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر ان کا یقین نیم دلانہ سا رہ جاتا ہے پس ضرورت ہے کہ فرزندانِ اسلام دینی و دنیوی ہر دو قسم کے علوم سیکھیں اور قرآنی دلائل سے مسلح ہو کر ان بھولی بھٹکی (مگر سعید فطرت) پیاسی روحوں کی مدد کو پہنچیں اور انہیں حقیقت و معرفت کے روحانی سرچشمہ سے سیراب کریں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ بڑے تکرار سے بنی نوع انسان کو کائناتِ عالم اور اُس کی وسعتوں میں پائی جانے والی ہر چیز کا بغور مطالعہ کرنے کی تاکید فرماتا ہے (انظروا ماذا فی السمٰوٰت والارض) نیز آسمان و زمین و ما فیہا کی پیدائش اور ان میں پائے جانے والے نظم و نسق کی باقاعدگی و ہم آہنگی کو اپنی ہستی کا ایک زبردست ثبوت گردانتا ہے۔ اور اپنی عظیم قدرتوں کو کسی قدر بیان کر کے بار بار ان پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ حقیقت ہے کہ اگر ہم صدق نیت سے رموز و اسرار کائنات کا بغور مطالعہ کریں تو قدم قدم پر اُس بلند و بالا ہستی کا اقرار کرنے پر مجبور ہوں گے۔ پس سائنسی علوم کا حاصل کرنا خدا تعالیٰ کی ہستی سے دُور نہیں بلکہ قریب تر کر دینے کا موجب ہو سکتا ہے مگر ضروری ہے کہ ہم خدائی کلام کو محض اپنے ناقص عقلی پیمانہ پر نہ پرکھیں۔ اس سلسلہ میں موجودہ زمانہ کے امام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مندرجہ ذیل قول ہمیشہ ہمارے مدنظر رہنا چاہیئے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"علومِ جدیدہ حاصل کرو اور بڑے جدوجہد سے حاصل کرو لیکن مجھے یہ بھی تجربہ ہے جو بطور انتباہ میں بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ ان علوم میں یکطرفہ پڑ گئے اور ایسے محو اور منہمک ہوئے کہ کسی اہلِ دل اور اہلِ ذکر کے پاس بیٹھنے کا ان کو موقع نہ ملا اور وہ خود اپنے اندر الٰہی نور نہ رکھتے تھے وہ عموماً ٹھوکر کھا گئے اور اسلام سے دُور جا پڑے۔" (ملفوظات جلد اوّل)

ماہِ مارچ کے چند یادگار دن

۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء - یہ وہ تاریخی دن ہے جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اذن پا کر پہلی بار باقاعدہ بیعت لی۔ تاریخ اور جائے بیعت کا اعلان کئی روز پیشتر ہی کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ اس مبارک دن کو لدھیانہ میں حضرت صوفی احمد جان صاحب مرحوم کے مکان پر مسیح پاک علیہ السلام نے اپنے محبوں اور عقیدتمندوں کو علیحدہ علیحدہ بلا کر بیعت کرنے کا موقع بہم پہنچایا۔ بیعت میں اوّلیت حاصل کرنے کا شرف حضرت مولوی نورالدین صاحب بھیروی رضی اللہ عنہ (خلیفۂ اوّل) کو حاصل ہوا۔ دیگر بہت سے دوستوں نے بھی اسی روز بیعتیں کیں اور اس طرح سے احمدی جماعت کی گویا باقاعدہ بنیاد رکھ دی گئی۔

۶ مارچ ۱۸۹۷ء - اس روز خدا تعالیٰ کا ایک قہری و انذاری نشان اسلام اور حضرت بانی اسلام کے ایک سخت متعصب دشمن پنڈت لیکھرام کی ہلاکت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ یہ شخص ہندوؤں کے فرقہ آریہ سماج کا بڑا لیڈر سمجھا جاتا تھا اور اسلام کی مخالفت میں حد سے زیادہ دریدہ دہنی اور بدزبانی کا مظاہرہ کرتا تھا۔ اور اس طریق سے باز آنے کی بجائے خدا کے انذاری نشان کا طالب

ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر اس کی ہلاکت کی پیشگوئی فرمائی جس کے عین مطابق ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو مقررہ میعاد کے اندر پنڈت مذکور ایک نامعلوم شخص کے ہاتھوں ہلاک ہو کر حضرت بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر مہر ثبت کر گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!۔

● ۱۳-۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء۔ ۱۳ مارچ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا یوم وصال ہے۔ کچھ عرصہ قبل آپ کو گھوڑے سے گر جانے کی وجہ سے شدید چوٹیں آگئی تھیں اور یہ بیماری لمبی ہوگئی جس کے باعث جماعت کے ایک طبقہ کو کھلم کھلا تخریبی سازشیں کرنے کا موقع مل گیا اور اندر ہی اندر انہوں نے خلافت کے خلاف پراپیگنڈہ شروع کر دیا۔ ان حالات میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات مخلصین کے لئے دوہرے صدمہ کا باعث تھی۔ انہیں کچھ سمجھ نہیں آتا تھا کہ اب کیا ہوگا اور جماعت کی شیرازہ بندی کس طرح قائم رہ سکے گی مگر اگلے ہی روز اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت و قدرت سے جماعت کی اکثریت کو حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے دستِ خلافت پر مجتمع کر دیا اور تخریب پسندوں کو خائب و خاسر و نامراد کر دیا۔ ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کی شام کو بھی مومنوں کی آنکھیں اشکبار تھیں مگر یہ اشک اب ملے جلے سے تھے۔ کچھ تو جانے والی بزرگ ہستی کے بچھڑنے کے صدمہ کے باعث بہہ رہے تھے اور کچھ سیاہ بادلوں کے چھٹ جانے پر جماعت کے روشن مستقبل کے آثار دیکھتے ہوئے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے گیت گاتے ہوئے خوشی کے مارے خود بخود چھلک پڑتے تھے۔

● ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء۔ اس روز مسلمانانِ ہند کا ایک تاریخی اجتماع قائدِ اعظم محمد علی جناح کی زیرِ قیادت منٹو پارک لاہور میں منعقد ہوا جس میں پہلی بار مسلمانوں کے لئے علیحدہ ملک کا مطالبہ پیش کیا گیا اور اس کے حصول کے لئے باقاعدہ جدوجہد کا آغاز کر دیا گیا۔ الحمد للہ کہ ساڑھے سات برس کی قلیل مدت میں ہی یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوا اور پاکستان کا قیام عمل میں آگیا۔

● ۶ مارچ ۱۹۵۳ء۔ ۱۹۵۳ء کا سال پاکستان کی تاریخ میں ایک سیاہ دھبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب بعض سیاسی ملاؤں نے ملک میں مذہب کے نام پر وسیع پیمانے پر فسادات بھڑکانے کا اہتمام کیا تھا۔ اور ایک پُرامن جماعت کے بیکس و کمزور افراد پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے گئے۔ سیاہ کاریوں کے اس خونی ڈرامہ کے آخری ڈراپ سین کے لئے نام نہاد "مجلسِ عمل" نے ۶ مارچ کی تاریخ مقرر کی تھی۔ اور اس روز (بزعم خود) احمدیوں کو نیست و نابود کر دینے کی پوری تیاری کر رکھی تھی۔ مگر ٹھیک اسی روز نہایت عجیب رنگ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ مخالفین کے تمام ناپاک عزائم دھرے کے دھرے رہ گئے اور سوائے معدودے چند انفرادی مالی و جانی نقصانات کے بحیثیتِ مجموعی احمدی جماعت محفوظ و مامون رہی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ جن آنکھوں نے یہ سب نظارے دیکھے ہیں وہ انہیں کیسے بھلا سکتی ہیں؟ ❖

قرآن کریم کے حقائق و معارف

معارف الفرقان

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَیَّنّٰھَا لِلنّٰظِرِیْنَ ۝ وَحَفِظْنٰھَا مِنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ۝ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَہٗ شِھَابٌ مُّبِیْنٌ ۝

ترجمہ :- اور یقیناً ہم نے آسمانوں میں ستاروں کی اکثر منزلیں بنائی ہیں اور ہم نے اسے دیکھنے والوں کے لئے (ستاروں کے ذریعہ سے) خوبصورت بنایا ہے اور (نیز) ہم نے اسے ہر ایک سرکش (اور دھتکارے ہوئے رکی رسائی) سے محفوظ کر دیا ہے۔

(ہاں) مگر جو شخص (وحیٔ الٰہی کی کوئی) سُنی ہوئی بات (جس کا اعلان ہو چکا ہے) چرالے تو (یہ اور صورت ہے اور اس صورت میں بھی) ایک روشن شعلہ اس کا پیچھا کریگا۔

تشریح:- قرآن کریم نظامِ ظاہری اور نظامِ روحانی میں شدید مشابہت کا دعویدار ہے اور بار بار روحانی عالم کے سمجھانے کے لئے جسمانی عالم کی مثالیں دیتا ہے ـــــ ان آیات میں تمثیلی طور پر روحانی نظامِ شمسی اور اسکی حفاظت کے طریق کا بیان ہے۔ روحانی نظامِ شمسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطور سراجاً منیراً یعنی سورج کے ہیں (احزاب ۳۳/۴۷) اور صحابہ بطور ستاروں کے ہیں (اصحابی کالنجوم مشکوٰۃ) یہ روحانی سماء الدنیا کی حفاظت کر رہے ہیں اسلئے جب کوئی ان کے کام میں خرابی پیدا کرنا چاہے تو اس پر مار پڑتی ہے۔ شہاب کے معنے شعلہ اور ستارہ کے ہیں۔ مگر یہاں ستارے ہی مراد ہیں۔ کیونکہ حفاظت کا کام انہی کے سپرد کیا گیا ہے (صافات ۳۷/۱۱، ملک ۶۷/۶) ان میں بتایا گیا ہے کہ جبتک کوئی کلام الذکر کہلانے کا مستحق ہوتا ہے اسکی حفاظت کیلئے اللہ تعالیٰ شہاب یعنی مامور بھیجتا رہتا ہے اگر یہ سمجھا جائے کہ حفاظتِ قرآن کیلئے اب کوئی مامور نہیں آئیگا تو ماننا پڑیگا کہ وہ الذکر نہیں رہا حالانکہ قرآن کی اصل فضیلت اسی میں ہے کہ وہ قیامت تک کیلئے الذکر ہے۔

اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ سے ظاہر ہو گیا کہ یہاں تمثیلاً نظامِ روحانی ہی کا ذکر ہے کہ جب کلامِ الٰہی پردۂ غیب سے پردۂ شہود پر آجاتا ہے تو انبیاء کے دشمن اسے چرا لیتے ہیں یعنی ناحق لے لیتے ہیں۔ انکی منشاء اس پر عمل کرنا نہیں ہوتی بلکہ اسکا ناجائز استعمال ہوتی ہے یا وہ اس کے بعض ٹکڑوں کو غلط طور پر پیش کرتے ہیں۔ اور یا اس کلام کے بعض حصوں کو اپنا بنا کر پیش کرتے ہیں (الحج ۲۲/۵۳) ـــــ ہر نبی ستارہ ہے مگر شہاب صرف وقت کا نبی ہوتا ہے کیونکہ وہی شیطانوں کی ہلاکت کا موجب بنتا ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ظاہری شہب گرنے سے بھی کوئی ایسا فائدہ ہوتا ہے جو شیطن پر چوٹ کے برابر ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کے وقت میں دو قسم کے نشان ظاہر ہوتے ہیں ایک زمینی اور دوسرے آسمانی۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ انبیاء نے کسی ہوشیاری سے یہ کام کر دکھائے ہیں آسمانی نشانوں میں سے ستاروں کے ٹوٹنے کا نشان مسیح کے وقت میں بھی ظاہر ہوا اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی اسی کثرت سے ظاہر ہوا تھا کہ کفار نے خیال کیا کہ شاید آسمان و زمین تباہ ہونے لگے ہیں۔ مسیح کی آمدِ ثانی کے بارہ میں انجیل میں لکھا ہے کہ اس وقت سورج چاند اور ستاروں میں نشان ظاہر ہوں گے (لوقا ۲۱/۲۵)

چنانچہ اس زمانہ میں کثرت سے ایسے نشانات ظاہر ہوئے جو مسیح موعودؑ کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے کا بہت بڑا ثبوت ہیں۔

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ چھ نیکیاں

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسولِ مقبولؐ نے فرمایا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ پسندیدہ حقوق ہیں۔

(۱) جب کوئی ملے تو اسے سلام کرے (۲) جب کوئی دعوت دے تو اسے قبول کرے (۳) جب کوئی چھینکے تو یرحمک اللہ کہے (۴) جب کوئی بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے (۵) جب کوئی فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جائے۔

(۶) اور دوسرے بھائی کے لئے وہی چیز پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (ترمذی)

۲۔ رستوں میں بیٹھنے کے آداب

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا سڑکوں پر بیٹھنا اچھا نہیں ہے مگر سوائے اس شخص کے لئے جو (بھولے ہوئے لوگوں کو) راستہ بتلائے سلام کا جواب دے، آنکھوں کو نیچا رکھے اور بوجھ اٹھانیوالوں کی مدد کرے۔ (مشکوٰۃ)

۳۔ محبت بڑھانے کا طریق

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ مقبولؐ نے فرمایا کہ لوگو تم اس وقت تک بہشت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک تم (کامل) مومن نہ ہو اور (اس وقت تک) تم کامل مومن نہیں بن سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایک ایسی بات نہ بتاؤں جب تم اس پر عمل کرو تو تمہارے درمیان محبت بڑھے، وہ بات یہ ہے کہ سلام کو رواج دو (یعنی آپس میں سلام کی عادت ڈالو) (مسلم)

۴۔ سلام ہی سلام

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے کسی مسلمان بھائی سے ملاقات کرے تو پہلے اس کو سلام کہے اور جب وہ ایک طرف ہٹ جائے اور کوئی درخت یا دیوار یا بڑا پتھر دونوں کے درمیان آجائے اور اس کے بعد پھر ملاقات ہو تو دوبارہ سلام کہے۔ (ابوداؤد)

۵۔ گفتگو میں احتیاط

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا بہت زیادہ کلام نہ کرو کیونکہ بہت باتیں کرنے سے جو اللہ کے ذکر سے خالی ہوں انسان کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور سیاہ دل اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور ہے۔ (ترمذی)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حقیقی خوشحالی بجز اسلام کے حاصل نہیں ہو سکتی

"وہ حقیقی خوشحالی جس کی طلب نے انسان کو مذہب کا طالب بنایا ہے۔ بجز اسلام کے اور کسی جگہ مل نہیں سکتی جس وقت اس ضروری سوال پر ہم غور کرتے ہیں کہ کیونکر ہم نہایت خوشحالی سے اس پُر فتنہ دنیا سے سفر کر سکتے ہیں تو ہماری روح جو سچے اور کامل آرام کو چاہتی ہے معاً یہ جواب دیتی ہے کہ ہماری کامل اور لازوال خوشحالی کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔

اوّل یہ کہ اس فانی زندگی کے فانی تعلقات میں ہم ایسے اسیر اور مقید نہ ہوں کہ ان کا چھوڑنا ہمارے لئے عذاب الیم ہو۔

دوم یہ کہ ہم درحقیقت خدا تعالیٰ کو ان تمام چیزوں پر مقدم رکھ لیں اور جس طرح ایک شخص بالارادہ سفر کر کے ایک شہر کو چھوڑتا اور دوسرے شہر میں آجاتا ہے اسی طرح ہم اپنے ارادہ سے دنیا کی زندگی کو چھوڑ دیں اور خدا کے لئے ہر ایک دکھ کو قبول کر لیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو اپنے ہاتھ سے اپنے لئے بہشت کی بنیادی اینٹ رکھیں گے۔ اسلام کیا چیز ہے؟ یہی کہ ہم اس سفلی زندگی کو کھو دیں اور نابود کریں اور ایک اور نئی پاک زندگی میں داخل ہوں اور یہ ناممکن ہے جبتک کہ ہمارے تمام قویٰ خدا کی راہ میں قربان نہ ہو جائیں۔ اسلام پر قدم مارنے سے نئی زندگی ملتی ہے اور وہ انوار اور برکات حاصل ہوتے ہیں کہ اگر مَیں بیان کروں تو مجھے شک ہے کہ اجنبی لوگوں میں سے کوئی ان پر اعتبار بھی کرے گا۔ خدا ہے اور اسی کی ذات پر ایمان لانا اور درحقیقت اسی کا ہو جانا یہی راہ ہے جس کا نام اسلام ہے لیکن اس راہ پر وہی قدم مارتا ہے جس کے دل پر اس زندہ خدا کا خوف ایک قوی اثر ڈالتا ہے۔ اکثر لوگ بیہودہ طریقوں پر نجات کے خواہشمند رہتے ہیں۔ لیکن اسلام وہی طریق نجات بتاتا ہے جو درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ازل سے مقرر ہے اور وہ یہ ہے کہ سچے اعتقاد اور پاک عملوں اور اس کی رضا میں محو ہونے سے اُس کے قرب کے مکان کو تلاش کیا جائے اور کوشش کی جائے کہ اس کا قرب اور اس کی رضا حاصل ہو کیونکہ تمام عذاب خدا تعالیٰ کی دوری اور غضب میں ہے۔ پس جس وقت انسان سچی توبہ اور سچے طریق کے اختیار کرنے سے اور سچی تابعداری حاصل کرنے سے اور سچی توحید کے قبول کرنے سے خدا تعالیٰ سے نزدیک ہو جاتا ہے اور اسکو راضی کر لیتا ہے تو تب وہ عذاب اس سے دُور کیا جاتا ہے۔"

(ستن بچن صفحہ ۱۵۰ - ۱۵۱)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ'

حضرت خلیفہ اوّلؓ کا بلند مقام

"حضرت خلیفہ اوّل کا پایہ حقیقۃً نہایت بلند تھا اور جماعتِ احمدیہ کی یہ خوش قسمتی تھی کہ اسے حضرت مسیح موعودؑ کے بعد جبکہ ابھی جماعت میں کوئی دوسرا شخص اس بوجھ کے اٹھانے کا اہل نظر نہیں آتا تھا ایسے قابل اور عالم اور خدا ترس شخص کی قیادت نصیب ہوئی۔ حضرت خلیفہ اوّل کو علمی کتب کے جمع کرنے کا بہت شوق تھا چنانچہ زرِ کثیر خرچ کر کے ہزاروں کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا اور ایک نہایت قیمتی لائبریری اپنے پیچھے چھوڑی مگر آپ کا سب سے نمایاں وصف قرآن شریف کی محبت تھی جو حقیقۃً عشق کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ خاکسار نے بے شمار دفعہ دیکھا کہ قرآن شریف کی تفسیر بیان کرتے ہوئے آپ کے اندر ایک عاشقانہ ولولہ کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ آپ نے اوائل زمانہ سے ہی قادیان میں قرآن شریف کا درس دینا شروع کر دیا تھا جسے اپنی خلافت کے زمانہ میں بھی جاری رکھا اور آخر تک جب تک کہ بیماری نے بالکل ہی نڈھال نہیں کر دیا اسے نبھایا۔ طبیعت نہایت سادہ اور بے تکلف اور اندازِ بیان بہت دلکش تھا اور گو آپکی تقریر میں فصیحانہ گونج نہیں تھی مگر ہر لفظ اثر میں ڈوبا ہوا نکلتا تھا مناظرہ میں ایسا ملکہ تھا کہ مقابل پر خواہ کتنی ہی قابلیت کا انسان ہو وہ آپ کے برجستہ جواب سے بے دست و پا ہو کر سر دھنتا رہ جاتا تھا...... حضرت خلیفہ اوّل کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ کی اطاعت کا جذبہ اس قدر غالب تھا کہ ایک دفعہ جب ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعودؑ دہلی تشریف لے گئے اور وہاں ہمارے نانا جان مرحوم یعنی حضرت میر ناصر نواب صاحب بیمار ہو گئے تو ان کے علاج کیلئے حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مولوی صاحب کو قادیان میں تار بھجوائی کہ بلاتوقف دہلی چلے آئیں۔ جب یہ تار قادیان پہنچی تو حضرت مولوی صاحب اپنے مطب میں بیٹھے ہوئے درس و تدریس کا شغل کر رہے تھے۔ اس تار کے پہنچتے ہی آپ بلاتوقف وہیں سے اٹھ کر بغیر گھر گئے اور بغیر کوئی سامان یا زادِ راہ لئے سیدھے بٹالہ کی طرف روانہ ہو گئے جو ان ایام میں قادیان کا ریلوے اسٹیشن تھا۔ کسی نے عرض کیا حضرتؓ بلاتوقف آنے کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ آپ گھر جا کر سامان بھی نہ لیں اور راستے کیلئے سفر خرچ بھی نہ لیں اور خالی ہاتھ روانہ ہو جائیں۔ فرمایا۔ امام کا حکم ہے کہ بلاتوقف آؤ اسلئے میں اب ایک منٹ کے توقف کو بھی گناہ خیال کرتا ہوں اور خدا خود میرا کفیل ہوگا۔ خدا نے بھی اس نکتہ کو ایسا نوازا کہ بٹالہ کے سٹیشن پر ایک متمول مریض مل گیا جس نے آپکو پہچان کر آپکا بڑا اکرام کیا اور دہلی کا ٹکٹ خرید دینے کے علاوہ ایک معقول رقم بھی پیش کی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ مجھے ارشاد فرمائیں کہ اپنی لڑکی کسی چوہڑے کیساتھ بیاہ دو تو بخدا مجھے ایک سیکنڈ کے لئے بھی تامل نہ ہو یقیناً ایسا پاک جوہر دنیا میں کم پیدا ہوتا ہے حضرت مسیح موعودؑ کو بھی حضرت مولوی صاحبؓ کے ساتھ انتہا محبت تھی۔ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک زِ امت نوردیں بودے + ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

یعنی کیا ہی اچھا ہو اگر قوم کا ہر فرد نور دین بن جائے۔ مگر یہ تو تب ہی ہو سکتا ہے کہ ہر دل یقین کے نور سے بھر جائے۔" (اقتباس از سلسلہ احمدیہ)

قرآن مجید اور نظامِ کائنات

(جناب شیخ عبد القادر صاحب لائلپوری۔ لاہور)

"لامتناہی فضا اور رات کے وقت
آسمان کے پُرشکوہ منظر کی شکل میں ایک
کتابِ علم ہمارے سامنے کھلی ہوئی ہے
لیکن ہم اس کے صفحات نہیں اُلٹ سکتے۔
ہم اس میں جو کچھ پڑھ سکتے ہیں وہ بس
اس کتاب کے پہلے باب کا پہلا جملہ ہے
اور اُسے بھی ہم اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے"

یہ خوبصورت الفاظ جن سے حضرتِ انسان کی کم مائگی اور بے چارگی اظہر من الشمس ہے۔ برطانوی بین السیارہ سوسائٹی کے رُکن پیٹرک مور کے ہیں۔ یہ کتاب، ہاں کتابِ فطرت جس کا حوالہ صاحب موصوف نے دیا ہے اللہ تعالیٰ کے فعل سے متعلق ہے جو کہ وسیع و عریض کائنات کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ اس کا قول بھی ایک کتاب کی صورت میں اپنے نہاں خانہ چشم میں علوم کے اشارے سمیٹے ہوئے ہمیں مسحور کر رہا ہے۔ آئیے کتابِ فطرت کے ساتھ ساتھ اس کتاب کے ورق بھی اُلٹتے جائیں جو آج سے چودہ سو سال قبل عرب کے ایک اُمّی، دُرِّ یتیم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ یہ ساری کتاب اوّل تا آخر ہمارے آسمانی آقا کے الفاظ اور اُس کے موسیقی بھرے بول ہیں۔ مذکورہ سائنس دان صدیوں کی وسیع تحقیق کو دیکھ کر جس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ قرآنِ حکیم میں بایں الفاظ درج ہے:۔

قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا
لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ
قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ
وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝

"کہو اگر میرے رب کی باتیں لکھنے
کے لئے دنیا کے تمام سمندر سیاہی
بن جائیں تو سمندروں کا پانی ختم ہو جائیگا
مگر میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔
اگر ان سمندروں کا ساتھ دینے کے لئے
ویسے ہی سمندر اور بھی پیدا کر دیں جب بھی
وہ کفایت نہ کریں گے" (۱۸/۱۱۰)

"سترھویں صدی کے ابتدائی برسوں
میں گلیلیو نے پہلے پہل اپنی دُوربین سے
آسمان کا مشاہدہ کیا تھا اس کے بعد سے
یہ وسیع کائنات اپنے سربستہ گوشوں
کے نئے نئے دروازے ہم پر کھولتی
رہی ہے لیکن ہمیں اِن دروازوں سے
آگے ہمیشہ ہی نئے نئے حل طلب مسائل

نظر آئے ہیں۔ ہم نے سینکڑوں سال کی تحقیق اور چھان بین کے بعد ان میں سے کچھ مسائل کو تو حل کر لیا ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت الحقائق شاید ہم سے ہمیشہ گریزاں رہے گی۔"

یہ الفاظ ایک امریکی سائنسی مجلہ کے ہیں۔ انسان کی بے بسی اور کوتاہ علمی بالکل واضح ہے لیکن اس کے باوجود کتابِ فطرت پر غور کرنے سے جو علوم کے دروازے کھلے ہیں۔ کتاب اللہ کے حقائق اس سے روشن اور بے نقاب ہو رہے ہیں۔ وہ قرآنی علوم جن کا کما حقہٗ ادراک آج نہیں ہو سکتا۔ سائنس کے مستقبل میں وہ بھی درخشندہ ہو جائیں گے۔ فرمایا:۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ۔

ہم عنقریب اُنہیں اپنی نشانیاں عالم النفس و آفاق میں دکھائیں گے۔ حتیٰ کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ قرآن فی الواقعہ ایک حقیقتِ ثابتہ ہے۔" (۴۱/۵۴)

قرآن نے کائنات کے متعلق کیا نظریہ پیش کیا ہے؟

مندرجہ ذیل دس آیاتِ قرآنی اس سلسلہ میں قابلِ غور ہیں:۔

۱۔ "کیا ان لوگوں نے جو آیاتِ الٰہی کا انکار کرتے ہیں غور نہیں کیا کہ آسمان اور زمین دونوں بند تھے پھر ہم نے ان کو کھول دیا اور الگ الگ کر دیا اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے بنایا تو کیا یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اور ہم نے زمین پر پہاڑ بنائے تاکہ وہ متحرک ہوتے ہوئے تمہیں جھٹکے نہ ڈالے۔ اور ہم نے اس میں کھلے راستے بنائے تاکہ لوگ راہ پائیں۔ اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا اور وہ اس کے نشانوں سے اعراض کر رہے ہیں اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ سب کے سب اپنے اپنے فلک میں بے روک تیر رہے ہیں۔" (۲۱/۳۰-۳۴)

۲۔ "اور وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ محض دخان کی صورت میں تھا..... پھر ان کو سات آسمانوں کی صورت میں دو دور میں پایۂ تکمیل پہنچایا اور ہر آسمان میں جو کچھ ہونا تھا اس کی (طبعی) طاقت اس میں وحی (یعنی ودیعت) کر دی اور ہم نے نچلے آسمان کو روشنیوں کے ساتھ خوبصورت بنایا (اور علاوہ خوبصورت بنانے کے) حفاظت کے لئے بھی اس میں سامان پیدا کیا۔ یہ غالب اور جاننے والے خدا کی تقدیر ہے۔" (۴۱/۱۲-۱۳)

۳۔ "خدا ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ وقتوں میں پیدا کیا۔" (۱۱/۲)

۴۔ "آسمان کو ہم نے اپنے دستِ قدرت سے

بنایا اور ہم اُسے کشادہ کرنے والے ہیں۔
اور زمین کو ہم نے بچھایا ہے۔ پھر ہم نے
ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں تاکہ تم
نصیحت حاصل کرو۔" (۵۱/۴۹-۴۸)

۵۔ "کیا وہ ہستی جس نے آسمانوں اور زمین
کو پیدا کیا اب اُن کی مانند اور پیدا کرنے
پر قادر نہیں ہاں وہ بہت پیدا کرنے والا
اور بہت جاننے والا ہے۔" (۳۶/۸۲)

"وہ جیسے چاہتا ہے خلق میں اضافہ کرتا
رہتا ہے۔" (۳۵/۱)

۶۔ "سوچو تو سہی کیا تمہیں (دوبارہ) پیدا کرنا
زیادہ دشوار ہے یا آسمان کو پیدا کرنا جسے
اُس نے بنایا ہے۔ اُس کی بلندی کو اونچا
کیا ہے۔ پھر اُسے ٹھیک یعنی بے عیب
بنایا۔ اُس کی رات کو اندھیری بنایا اور اسکی
روشنی نکالی اور زمین کو اُس کے بعد پھیلایا۔
اس سے اس کا پانی اور اُس کا چارہ نکالا
اور پہاڑوں کو مضبوط بنایا۔ یہ سب کچھ تمہارے
اور تمہارے جانوروں کے فائدہ کے لئے
اُس نے کیا ہے۔" (۷۹/۳۳-۲۸)

۷۔ "پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز میں جوڑے
پیدا کئے ہیں۔ اس میں سے بھی جس کو زمین
اگاتی ہے اور خود اُن کی جانوں میں سے
بھی اور ان چیزوں میں سے بھی جن کو وہ
نہیں جانتے ...... اور سورج اپنے
مستقر کی طرف جا رہا ہے۔ یہ غالب اور علم
والے خدا کا مقرر کردہ قانون ہے۔"
(۳۶/۳۹-۳۸)

۸۔ "آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور جو کچھ ان
دونوں میں جانداروں کی قسم سے اُس نے
پھیلایا ہے اُس کے نشانوں میں سے ہے
اور جب وہ چاہے گا ان کے جمع کرنے
پر وہ قادر ہوگا۔" (۴۲/۳۰)

۹۔ "ہر ایک جو آسمان اور زمین میں ہے سب
اس کے سامنے بندہ (ناچیز) بن کر حاضر
ہوں گے۔" (۱۹/۹۴)

"آسمان اور زمین میں جتنے جاندار ہیں
اور فرشتے سب اللہ تعالیٰ کے (قانون کے)
سامنے سجدہ ریز ہیں۔" (۱۶/۴۹)

۱۰۔ "اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔" (۲۴/۳۵)

ان آیات سے مندرجہ ذیل امور ظاہر ہیں :-

۱۔ کائناتِ عالم کے تمام کُرّے آغازِ پیدائش میں ایک
دخانی ہیولیٰ کی صورت میں ملے جلے تھے۔ پھر اُن کو
کھول دیا گیا اور وہ الگ الگ کُرّے بن گئے۔ زمین
بھی اسی طرح پیدا ہوئی۔

۲۔ تخلیقِ کائنات کا عمل ایک ہی وقت میں نہیں ہوا بلکہ
بہ ادوار میں تکمیل کو پہنچا۔

۳۔ زمین سورج کے بعد پیدا ہوئی۔ وہ الگ ہو کر اس کی
فضا میں پھینک دی گئی۔ اس کی اضطرابی کیفیت کو
دور کرنے کے لئے پہاڑ بنائے گئے۔

۴۔ سب سے پہلے زمین میں پانی برسا۔ پھر سبزہ نکلا۔
اس کے بعد جاندار پیدا ہوئے۔ حیات کی ابتداء
پانی میں سے ہوئی۔

۵۔ آسمانی کُرّوں میں بھی آبادی ہے۔ اُن کی طرف بھی
خدا کا امر نازل ہوتا ہے۔

۶۔ جانداروں میں ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے
جوڑے بنائے ہیں۔

۷۔ آسمان محفوظ چھت ہے۔ اس کی پہنائیوں میں
گوناگوں حفاظت کے سامان پوشیدہ ہیں۔

۸۔ کائناتِ عالم کے تمام کُرّے اپنے اپنے دائرہ میں
ایک لطیف مادہ کے اندر تیر رہے ہیں۔ سورج ساکن
نہیں بلکہ اپنے مستقر کی طرف جا رہا ہے۔

۹۔ کائنات ہر آن پھیل رہی ہے اور خلق میں اضافہ
ہو رہا ہے۔

۱۰۔ کائنات کی کُنہ اللہ تعالیٰ کا نُور ہے۔

یہ دس امور ایسے ہیں جن میں سے اکثر کی تائید
سائنس کر چکی ہے اور بعض باتیں ایسی ہیں جو کہ طبیعاتی
نہیں بلکہ مابعد الطبیعات امور سے تعلق رکھتی ہیں۔
لہذا سائنس اِس میں دخل نہیں دیتی۔

کائنات کی ابتداء کیسے ہوئی؟ یہ مسئلہ اس وقت
سے انسان کو الجھن میں ڈالے ہوئے ہے۔ جبکہ اس کا شعور
بیدار ہوا۔ اِس بارہ میں مختلف سائنسی نظریات ہیں معروف
نظریہ جو کہ انسانی مشاہدہ پر مبنی ہے حسب ذیل ہے:۔

"قوی دُوربینوں کی مدد سے آسمانی
فضاؤں میں بعض مقامات ایسے دکھائی
دیتے ہیں جن سے خیال ہوتا ہے کہ یہاں کوئی
عجیب و غریب بات ظہور میں آنے کو ہے۔
ہم کیا دیکھتے ہیں کہ غیر مرئی ایتھر (ETHER)
میں ایک بہت ہی لمبا چوڑا چمکیلا بادل یوں
پھیل گیا ہے جیسا کہ سینۂ صحرا پر کوئی چمکیلا
پھول۔ قدرتِ کاملہ نے یہ تابناک اسلئے
پیدا کیا ہے کہ رفتہ رفتہ ایک سورج بن جائے
سمٹاؤ سے وہ رفتہ رفتہ گول ہوگا۔ اور
گردش کی تیزی سے گولائی ٹھیک ہو جائیگی۔
حتّٰی کہ وہ دوسرے اجرامِ فلکی کی طرح کُرّہ
بن جائے گا۔ یہ بادل ابتداء میں ہائیڈروجن
(HYDROGEN = H1) کے ذرّات
پر مشتمل ہوتے ہیں۔ پھر ذرّات کے ایک
خاص تناسب کے تحت ملنے سے ہیلیم
(HELIUM = He2) پیدا ہوتی ہے۔
کیمیا دانوں کے نزدیک جتنے بھی عناصر
پائے جاتے ہیں سب انہی دونوں ہلکی گیسوں
کے ننھے ذرّوں سے بنے ہیں۔ قدرتِ
حقیقی منوّر بادل میں یہ دونوں بنیادی گیسیں
تیار کرتی رہتی ہے کہ ان سے تمام وہ عناصر
پیدا ہوں جن سے سورج اور ستارے
بنا کرتے ہیں۔"

"علمائے فطرت کہتے ہیں کہ ہمارے
آفتاب عالم تاب کی ابتداء بھی اسی طرح
ہوئی۔ اس کا تابناک بادل جب سمٹ کر

قصیر الجحم ہوا اور ذرّوں میں کثافت و
اتصال حد سے بڑھا تو یہ کرّۂ نار بن گیا۔
ایک زمانہ اس پر ایسا آیا کہ اس عظیم کرّۂ
آتشیں کے کچھ حصّے اس سے ٹوٹ گئے
اور الگ ہو کر مختلف سیّاروں کی صورت
میں اس کا طواف کرنے لگے۔"

"الغرض فضائے عالم میں اجرام
فلکی کے پیدا ہونے کا یہی طریقہ ہے۔
پہلے ہائیڈروجن اور پھر ہیلیم گیس
پیدا ہوئی۔ ان کے بادل میں چمک دمک
آئی۔ پھر وہ کرّۂ نار بن گئے اور بالآخر
سرد ہو کر کرّے کی صورت میں ٹھوس ہو گئے۔"

قرآن حکیم نے بتایا کہ ابتدائے آفرینش میں آسمان دُخان یعنی گیس کی صورت میں تھے۔ زمین و آسمان گٹھڑی کی طرح بندھے ہوئے تھے جو کہ کھول دیئے گئے۔ معلوم اور نامعلوم ہر چیز میں اس نے جوڑے پیدا کئے۔ آفرینش کی ابتداء چونکہ دو گیسوں کے جوڑے سے ہوئی، یہ دو گیسیں دو مرحلوں یا دو دَوروں میں پیدا ہوئیں اسلئے فرمایا کہ سبع سمٰوٰت دو وقتوں میں پیدا کئے گئے۔

آسمان اور زمین ایک ہیولیٰ کی صورت میں تھے۔ پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر الگ الگ کرّے بن گئے۔ رَتق اور فَتق کے الفاظ میں اس فلسفہ کی طرف صاف اشارہ موجود ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دو وقتوں سے مراد رتق اور فتق کے دو دَور ہوں۔ یعنی دُخان میں مادۂ تخلیق کا بند ہونا اور پھر اس کا الگ ہونا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آسمانی فضاؤں میں چمکیلے بادل پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں کرّے بن کر الگ ہو جاتے ہیں۔

سائنسی مشاہدوں کی بناء پر یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ ستاروں کے بڑے بڑے نظام جن کو سحابیہ یا سدیم (GALAXIES) کہتے ہیں دن بدن ناقابل یقین رفتار سے پھیل رہے ہیں۔ یعنی ان کا فاصلہ ایک دوسرے سے بڑھ رہا ہے اس پھیلاؤ کو اصطلاح میں کائنات کا پھیلنا کہتے ہیں۔ اس پھیلاؤ کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان سحابیوں کے درمیان مسلسل نیا مادۂ تخلیق وجود میں آ رہا ہے۔ وہ اس نئے مادہ کے لئے جگہ فراہم کرتے ہیں اور پھیلتے رہتے ہیں۔ جیسے غبارہ میں جُوں جُوں ہوا کا دباؤ بڑھے گا وہ لازماً پھُولے گا۔ اسی طرح نئے مادہ کے باعث کائنات پھیل رہی ہے۔ قرآن حکیم نے اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ کے الفاظ میں اس حقیقت کو بیان کیا ہے۔ فرمایا:۔

"ہم نے اپنے دستِ قدرت سے آسمان
بنائے اور ہم (اس نظام کائنات کو)
کشادہ کرنے والے ہیں۔"

یہ ترجمہ ہم نے آج نہیں کر لیا بلکہ قدیم ترین اردو ترجمہ یہی ہے۔ حضرت شاہ رفیع الدینؒ کے ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"اور آسمان کو بنایا ہم نے ساتھ قوّت
کے اور تحقیق ہم البتہ کشادہ کرنیوالے
ہیں۔"

پھر فرمایا کہ ہم مخلوق میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ اور ہر دَور میں ایک نئی شان کا ظہور ہوتا ہے۔

اسی طرح پانی کا مبدأ حیات ہونا بھی سائنس کا عظیم الشان انکشاف ہے۔ سائنس نے ثابت کیا ہے کہ حیات

کا اولین قوام پانیوں میں تیار ہوا۔ حیاتیاتی کیمیا کے اس میدان میں ۱۹۵۳ء میں ایک بڑا عہد آفرین تجربہ کیا گیا جس کے نتائج کی صورت میں اس نظریہ کی توثیق ہو گئی۔ یہ بات کہ زمین کی اضطرابی کیفیت پہاڑوں کے باعث دور ہوئی ایک مسلمہ نظریہ ہے۔ اور اسی طرح كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ کا انکشاف کہ ہر ایک کرّہ اپنے اپنے دائرۂ فلک (ORBIT) کے اندر تیر رہا ہے علم ہیئت کا بہت بڑا انکشاف ہے۔

بیسویں صدی کے شروع میں آئن سٹائن نے ایک نیا نظریہ پیش کیا اور کہا کہ کائنات میں کوئی شے ساکن نہیں۔ ستارے، سحابیے، کہکشاں اور تمام اجرام فلکی مستقل طور پر گرداں و پیچاں رہتے ہیں لیکن انکی گردش و رفتار کو ایک دوسرے کی مدد اور نسبت سے ہی بیان کیا جاسکتا ہے۔ خلائے لامحدود میں نہ کوئی سمت ہے نہ کوئی خطِ نسبت۔

"جب ہم ان عظیم اور ناقابلِ قیاس فاصلوں والی کائنات پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ پوری کائنات مسلسل گردش کر رہی ہے۔ ہمارا کائناتی جزیرہ یعنی ہماری اپنی سدیم بھی گردش کر رہی ہے۔ اور اپنی اس غیر مختتم حرکت کے ساتھ ساتھ اپنے کروڑوں ستاروں اور سیاروں اور اپنے بین السیاراتی گیس اور گرد کے بادلوں کو بھی گردش دے رہی ہے۔ ہمارا آفتاب اپنے ساتھیوں یعنی نظامِ شمسی کے سیاروں کے ہمراہ اس سدیم کے مرکز کے گرد گھوم رہا ہے۔ یہ گردش بیس کروڑ ارضی سال میں پوری ہوتی ہے"۔

کتنا حقیقی نقشہ ہے جو قرآنِ حکیم نے پیش کیا ہے کہ کائنات میں ہر کرّہ گردش میں ہے اور سورج بھی اپنے مستقر کی طرف جا رہا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ ہم نے آسمانی بلندیوں کو ایک محفوظ چھت کے طور پر بنایا ہے۔ سائنس نے ثابت کیا ہے کہ یہ چھت فضائے قائمہ کی صورت میں حقیقتاً موجود ہے۔ اس فضائی پرت میں کائناتی شعاعیں اور شہابِ ثاقب جذب ہو جاتے ہیں جس کے باعث ہم ہلاکت خیز اشعاع اور آسمانی گولہ باری سے محفوظ ہیں۔ زمینی فضا سے ماوراء کرۂ ارض کے چاروں طرف ایک بڑا کائناتی سحاب ہے۔ یہ زمین کے لئے ایک حفاظتی پرت کے طور پر کام کرتا ہے۔

"کیا دنیا پر چھت ہے؟ اس کا جواب صدیوں پہلے سائنس نے یہ دیا ہے کہ دنیا پر کوئی چھت نہیں لیکن عصرِ حاضر میں جو انکشافات ہوئے ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا پر ایک قسم کی چھت ضرور ہے۔ اس آسمانی چھت کے وجود سے جس کو ہم فضائی قائمہ کہتے ہیں نصف صدی پہلے کا انسان بالکل ناواقف تھا۔ یہ دریافت نئی دنیا کی دریافت سے زیادہ اہم ہے۔ کولمبس نے نئی دنیا کا راستہ کھولا لیکن فضائی قائمہ کے ماہرین ہمارے لئے نئی کائنات کا راستہ کھول رہے ہیں"۔

كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ کی آیت قابلِ غور ہے۔ یعنی ہر کرّہ اپنے اپنے دائرۂ فلک میں تیر رہا ہے۔ رصبح

کے لفظ میں پانی اور ہوا کی طرح ایک لطیف مادہ کی طرف اشارہ ہے جس سے سارا جو کائنات معمور ہے۔ دوسری جگہ "هِيَ دُخَانٌ" کہہ کر بتایا کہ آسمانی فضا ایک دخانی مادہ سے بھری ہوئی ہے۔ اسی طرح فرمایا وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ (۶) کہ اللہ تعالیٰ ظلمات و نور کا بنانے والا ہے۔ سائنس نے ہمیں بتایا کہ ایتھر ایک ظلمانی مادۂ لطیف ہے جو کہ ساری کائنات میں بھرا ہوا ہے۔ اسی میں چمکیلے بادل پیدا ہوتے ہیں۔ زمین، سورج، ستارے، سحابیے غرضیکہ کائنات کا ہر ذرّہ اور ہر کرّہ اسی سحابِ نور سے تخلیق ہو کر ایتھر کے سیاہ رنگ کے سمندر میں تیر رہا ہے۔ ہر کرّے کا اپنا فلک یعنی گردش کا دائرہ ہے جس میں وہ رواں دواں ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کائنات کی کُنہ شعاعِ نور ہے۔ ایٹم شعاعِ نور کے انجماد یا انرجی کا دوسرا نام ہے۔ اس طرح کائنات کا غیر مادّی تصوّر پیش کیا گیا۔ ایک سائنس دان کہتا ہے کہ مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کہتی ہے کہ ہو جا تو ایک شعاعِ نُور نمودار ہوتی ہے جو کہ گردش کے دباؤ اور کششِ ثقل کے باعث سمٹ کر وہ ایٹم بن جاتی ہے جو کہ مادہ کی بنیادی اینٹ اور کائنات کی اساس ہے۔

"طبیعات میں موجودہ رجحان یہ ہے
کہ پوری کائنات کو لہروں کی حیثیت دیدی
جائے۔ یہ لہریں یا موجیں شعاع کی ہیں"

سر جیمس جینز مشہور سائنس دان لکھتے ہیں کہ کائنات
"سربمہر نور کی لہروں"

کا نام ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور كُنْ فَيَكُوْنُ کا فلسفہ اب پہلے سے کہیں زیادہ ذہنِ انسانی کے قریب ہے۔

آج سے چودہ سو سال قبل قرآن حکیم نے بتایا کہ آسمانوں میں بھی آبادی ہے، چلنے والی مخلوق پائی جاتی ہے اور اُن کی طرف اللہ تعالیٰ کا امر بھی نازل ہوتا ہے۔ ان کے جمع کرنے پر بھی ہم قادر ہیں۔ گویا ذہین مخلوق کا تصوّر پیش کیا گیا۔

سائنس دان کہتے ہیں کہ لاکھوں زمینیں ایسی ہو سکتی ہیں جن پر زندگی کا وجود ہے۔ یہ زمینیں ہماری زمین سے ایک ارب سال پُرانی بھی ہو سکتی ہیں اس لئے زندگی بلکہ حقائق کا ادراک کرنے والے ذہن تک کی موجودگی کائنات میں کوئی غیر معمولی چیز نہیں ہوگی۔

دوسرے سیاروں پر ذہین مخلوق کی موجودگی کے جس نظریہ کو طویل عرصہ ہوا مسترد کیا جا چکا تھا اسے دو حالیہ تحقیقاتوں کی وجہ سے نئے سرے سے قابلِ توجہ حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔

امریکہ میں عظیم منصوبہ "اوزما" کے سائنس دان اپنے تحصیلی آلات کو آسمانی مخلوق کے پیغامات سننے کے لئے تیار کر رہے ہیں:-

"بلاشبہ یہ پوری کارروائی
اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ فضائے
بسیط میں ایسی مخلوق موجود ہے جو
فنی اعتبار سے ہم سے زیادہ ترقی یافتہ
ہے جس نے ممکن ہے کہ بین السیاراتی

مواصلات کا ایک ذریعہ قائم کرلیا ہو
اور اس بنا پر عین ممکن ہے کہ کسی دن
ہمارے ریڈیو کے بڑے بڑے ایریلوں
پر وہ اشارے موصول ہونے لگیں جو
وہ مخلوق ہمارے لئے نشر کر رہی ہو۔
بعض سائنس دان جن میں نوبل پرائز یافتہ
ماہر نسلیات ہرمان ملر بھی شامل ہیں۔
ایسی مخلوق کی موجودگی کا دعویٰ تک
کرتے ہیں جو حیاتیاتی طور پر ہم سے
برتر ہو۔"

کائنات کی ہر چیز خواہ وہ نباتات، جمادات یا
حیوانات ہیں یا ایٹم کے جوہر۔ نر و مادہ ہیں۔ یہ عظیم
انکشاف بھی موجودہ زمانے میں ہوا۔ اور قرآن حکیم اس
کا دعویٰ آج سے چودہ سو سال قبل کر رہا ہے

حیاتیات کے باب میں قرآن کہتا ہے یُخْرِجُ
الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ
مِنَ الْحَیِّ۔ بالکل ایسی ہی تعریف سائنس کے نقطۂ
نظر سے علمائے سائنس نے بھی کی ہے۔ ایک بہت
بڑے بیالوجسٹ (حیات دان) پروفیسر گڈ رچ
(Goodrich) کہتے ہیں:۔

"اگر طبیعی کیمیائی نقطۂ نظر سے
دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ "جان"
بہت سے عنصروں کا ایک پیچیدہ
مرکب ہے۔ یہ عناصر لگاتار بنتے اور
پھر ٹوٹتے رہتے ہیں۔ بے جان مادہ
جس کے اندر توانائی (قوت) موجود
ہوتی ہے۔ ایک بہنے والے دریا کی
مانند مسلسل جاندار مادے ہیں، جسے
ہم خمیر مایہ (مادۂ حیات) کہتے ہیں
تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ اور پھر یہ مادہ
اپنی توانائی کو صرف کرنے کے بعد
مردہ یا بے جان حالت میں تبدیل
ہو جاتا ہے"

ارشادات عالیہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے آمدہ خطوط کے جواب میں جو ارشادات فرمائے ہیں جو عام ہدایات یا مسائل کا رنگ رکھتے ہیں۔ اور کسی خاص شخص سے مخصوص نہیں ہیں۔ وہ ارشادات حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز افادہ عام کے لئے درج ذیل ہیں۔

خاکسار عبدالرحمن انور (پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ)

مغربی افریقہ سے ایک افریقن احمدی نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں لکھا کہ مجھے مسلمان ہوئے ۱۰ سال ہوئے ہیں لیکن مجھے اپنے اندر روحانیت میں خاص ترقی محسوس نہیں ہو رہی حضور رہنمائی فرمائیں کہ کیا کروں۔ حضور نے فرمایا استغفار اور درود کثرت سے پڑھا کریں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ نیک تبدیلی پیدا کرے۔

چند کالجئیٹس حضور کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور کسی نصیحت کے لئے عرض کی تو حضور نے فرمایا "توجہ سے کام کیا کریں"۔

مغربی افریقہ سے ایک افریقن نومسلم نے لکھا کہ مالی تنگی ہے دعا فرمائیں۔ نیز لکھا کہ میں مالی تنگی کے علاج کے لئے لاٹری کا ٹکٹ خریدنا چاہتا ہوں حضور دعا کریں کہ میرے نام نکل آئے۔ حضور نے فرمایا "لاٹری منع ہے"۔

ایک اور دوست نے سیرالیون سے لکھا کہ انہوں نے گھوڑ دوڑ کے ٹکٹ خریدے ہیں۔ دعا فرمائیں کامیابی ہو۔ حضور نے فرمایا "یہ فضولیات ہیں اور جوا ہے۔ ان گھوڑ دوڑوں میں حصہ لینے سے کئی گھر تباہ ہوئے"۔

ایک دوست نے لکھا کہ ان کو سلسل البول کی شکایت ہے جس کی وجہ سے تہبند ہر وقت پلید رہتا ہے اور نمازوں میں وہ لطف بھی نہیں آتا۔ کیا اپنے انہی کپڑوں سے نماز پڑھ لیا کروں۔ حضور نے فرمایا۔ نماز کے وقت صاف تہبند باندھ لیا کریں۔

برٹش گی آنا سے بشیر احمد صاحب آرچرڈ انگریز مبلغ نے لکھا کہ میں نے تجربہ کیا ہے کہ تمباکو پینا نہ صرف صحت کے لئے بلکہ روحانیت کے لئے بھی مضر ہے اسلئے میں نے

تمباکو پینا چھوڑ دیا ہے۔ حضور نے فرمایا "یہ حقیقت ہے کہ تمباکو پینے سے روحانیت پر بُرا اثر پڑتا ہے"۔

ایک غیر احمدی دوست نے جو حال ہی میں مسلمان ہوئے ہیں لکھا کہ اگر آپ لوگ واقعی سچے ہیں تو دعا کر کے مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی کروا دیں تاکہ میں راہِ راست پر آجاؤں۔ مجھے حلال کی روزی ملے اور دنیا میں کسی کا مقروض نہ رہوں۔ اگر میری یہ دعا قبول ہو جائے تو میں آپ کی بیعت کر لوں گا۔ حضور نے جواب میں فرمایا "اللہ تعالیٰ آپ پر فضل فرمائے۔ میں دعا تو کروں گا انشاء اللہ لیکن آپ کو بھی تو کوشش کرنی چاہیئے۔ بغیر کوشش کے انسان اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا"۔

ایک احمدی دوست نے لکھا کہ ان کے ایک غیر مبائع شخص نے اُن کو یہ کہا ہے کہ اگر آپ لوگ سچے ہیں تو اپنی دعا کے ذریعہ اسے احمدی کر لیں۔ اس پر اُس احمدی دوست نے اُس کے سامنے یہ حلف اٹھائی کہ اگر نعوذ باللہ حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ سچے نہیں ہیں تو میری بیوی اور بچی ایک سال کے اندر فوت ہو جائیں اور حضور سے دعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ سرخرو رکھے۔ اِس پر حضور نے فرمایا "میں نے دعا تو کی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر ہر طرح فضل رکھے۔ مگر اِس طرح کی قسمیں کھانا اللہ تعالیٰ کے ساتھ زبردستی کرنیوالی بات ہے۔ انبیاء یا اللہ تعالیٰ کے مامورین کے لئے ایسی قسمیں مناسب ہیں (کسی دوسرے کے لئے نہیں)!! ...."

ایک احمدی دوست نے لکھا کہ میں فوج میں افسر ہوں۔ ایل ایل بی بھی کیا ہوا ہے لیکن وکالت کے کام کیلئے نوکری سے استعفیٰ دینا پڑتا ہے۔ ارادہ کر رہا ہوں کہ انگلستان چلا جاؤں۔ مشورہ دیں کیا کروں۔ ترقی نہیں ہو رہی۔ حضور نے فرمایا "اگر ملک میں نوکری ملتی ہو تو وہ کریں۔ انگلستان خرچ کر کے جائیں اور وہاں کام نہ ملے تو نقصان ہوگا۔ ہاں اگر یقینی کام مل سکتا ہو تب جس میں فائدہ نظر آتا ہو وہ کام کریں"۔

ایک غیر احمدی لڑکی نے لکھا کہ ہم دو بہنوں کو خدمتِ اسلام کا بہت شوق ہے۔ اگر لڑکیوں کی زندگی وقف ہو سکتی ہو تو ہم دونوں کو بلا لیں۔ حضور نے فرمایا "لڑکیاں الگ آزاد رہ کر کام نہیں کر سکتیں۔ ویسے والدین کے پاس رہ کر بھی وہ تبلیغ کر کے عورتوں کی تربیت میں حصہ لے سکتی ہیں۔ ہاں اگر والدین اجازت دیں تو مرکز میں رہ کر تعلیم بھی حاصل کر سکتی ہیں لیکن اصل تعلیم دین کی تعلیم ہے"۔

ایک دوست نے تحریر فرمایا کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے ایک بزرگ عزیز چلتے چلتے گر پڑے ہیں اور مَیں نے ان کو سہارا دیکر اُٹھایا ہے۔ حضور نے تحریر فرمایا کہ "گرنا خواب میں اچھا نہیں ہوتا مگر سہارا دیکر اُٹھانا بہتر انجام پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے۔ دعا اور استغفار بھی کریں"۔

یادِ حبیبؑ

(الحاج مولانا عبد الرحیم صاحب نیّرؓ)

حضرت مولانا نیّر صاحب مرحومؓ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ آپ جماعت کے اُن ابتدائی مبلغین میں سے تھے جنہیں بیرونِ ہند تبلیغ کے لئے بھیجا گیا۔ مغربی افریقہ میں احمدیت کا بیج آپ ہی کے ہاتھوں بویا گیا۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو یہاں بے حد کامیابی سے نوازا اور نہایت مختصر عرصہ میں ہزارہا افراد آپ کے ذریعہ حلقہ بگوشِ احمدیت ہوئے۔ آپ کی تقریر و تحریر میں ایک مسحور کُن شیرینی اور لطافت پائی جاتی تھی۔ بہت ذہین تھے اور تبلیغ کا جنون رکھتے تھے۔ میجک لینٹرن کے ذریعہ آپ کے نہایت دلچسپ تبلیغی لیکچر ملک بھر میں بے حد مقبول تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء سے ایک گونہ عشق رکھتے تھے۔ اسی عشق کی ایک ہلکی سی جھلک ذیل کے مختصر مضمون میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے جو الحکم قادیان مئی ۱۹۳۰ء سے نقل کیا جا رہا ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد گوجرانوالہ میں وفات پائی اور قطعہ صحابہ خاص ربوہ میں دفن ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔　　(ادارہ)

---

(۱)

۱۹۰۵ء کے ایام گرما تھے اور تعطیلاتِ موسمی میں ایک محبت بھرا دل لے کر قادیان میں حاضر تھا۔ مسیح پاکؑ کے لئے ایک پُوربی نظم کا تحفہ لایا تھا اور دربار میں ادب سے کھڑے ہو کر جو کچھ عرض کیا اُس کا آخری حصہ حسب ذیل تھا ؎

گوالن پُورب دیش سو سے نہائے دوار کا آئی

مہا منت کے لال جی کر پا کر وچت لائی

نیّر میرو نام ہے تُمرو گوال کہات!

دودھوا تُمرے گیان کا بیچت ہوں دن رات

. . . .

سکھیاں ہم سنگ دودہاں دوہو تم گوال

تنگ، نجریا کھینچیو ہمرے نَدّر گوپال!

دوستو! اِس پر آنکھ اُٹھی۔ مجھے غور سے دیکھا اور اِک نگاہ پہ دل کا فیصلہ کر دیا اور دونوں جہانوں میں بیڑا پار کر دیا۔

(۲)

مَیں سخت بیمار تھا حضورؑ کو لکھا۔ خط سامنے رکھ کر لکھتا ہوں:۔

"افسوس کہ میری طبیعت اچھی ہو کر بگڑ جاتی ہے۔ کل کسی قدر بخار پھر ہو گیا۔ اور کل تمام دن زور سے کھانسی آتی رہی

رات ایک دفعہ کھانسی آئی اور پسینہ آیا۔
صبح سے اب دس بجے تک بڑے زور
سے تین دفعہ آ چکی ہے۔ آنکھوں سے
پانی نکل پڑتا ہے۔ سخت تکلیف ہوتی
ہے۔ میرے لئے دعا فرماویں اور کوئی
دوا بھی عنایت کریں۔ شاید اللہ اسی سے
شفا بخشے۔ افسوس! مَیں نے کچھ بھی نہیں
کیا۔ میری خواہش تھی کہ حضور کی مزید
کامیابی دیکھوں۔ خدا معلوم اب بستر
آئے گی یا نہیں۔ خیر مَیں دُعا سے نا اُمید
نہیں۔ میرے لئے زور سے دُعا فرمائیں۔"

۱۴ ؍ فروری ۱۹۰۷ء

بڑے شرم کے ساتھ ہم اِس خط میں
لکھتا ہوں اور امید ہے کہ آج اِس
غریب نادار بیمار کے لئے خاص توجہ سے
دعا کی جائے گی۔"

دوستو! شوق کی انتہا کے ساتھ یوسفؑ کی خریداری،
مسیح موعودؑ سے زور کے ساتھ خاص توجہ سے دُعا کی درخواست
اور ہم زندہ۔ اب دیکھو، سرکار کا لطف و کرم اور غریب نوازی
اس خط پر تحریر ہے:۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
انشاء اللہ مَیں زور سے دعا کروں گا
اور کوئی دوا بھی تجویز کروں گا۔ ہر دوسرے
تیسرے دن یاد دلاتے رہیں۔"
والسلام۔ مرزا غلام احمد"

(۳)

بیماری کے سلسلہ میں ایک اور خط سامنے ہے۔
مَیں لکھتا ہوں:۔

"ابھی میرے دل میں بہت امیدیں ہیں
اور کچھ اور خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ
کرے مَیں حضور کی مزید کامیابی دیکھ سکوں
میری صحت کے لئے دعا فرماویں۔ مجھے
سخت گھبراہٹ ہے۔"

ڈاکٹر کہتے ہیں بایاں پھیپھڑا خراب ہو چکا ہے۔ زندگی
کی امید نہیں۔ مگر مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
انشاء اللہ مَیں بہت دُعا کروں گا۔
مجھے کُلّی صحت تک یاد دلاتے رہیں۔ کل
سے مَیں بھی دردِ جگر میں بیمار ہوں۔
والسلام مرزا غلام احمد"

ملاحظہ ہو "کلی صحت" کی قبل از وقت خبر اور باوجود
دردِ جگر بہت دعا کرنے کا وعدہ! یہ تھے مسیح موعودؑ کے
احسانات اور یہ ہے حضورؑ کا معجزہ کہ گلے پھیپھڑوں نے
یورپ کی برف میں اور افریقہ کی سموم میں کام کیا۔

میرا دم معجزہ ہے انکے دم ان کی توجہ کا!
مَیں زندہ ہوں اگرچہ قصۂ لانور ہے افسانہ۔

(۴)

اگست ۱۹۲۱ء تھا اور مَیں گولڈ کوسٹ (افریقہ)
میں تھا۔ گھبراہٹ تھی حضورؑ کی یاد تھی۔ بحرِ ظلمات کے کنارے
سالٹ پانڈ کے شور بیلے اور گستاخ ساحل پر بیٹھ کر مَیں نے

گایا ہے

میرے سر میں جنوں ہے دل میں جلن ۔ میرا چین گیا میری نیند گئی
مجھے یاد جو آیا وہ سیمیں بدن ۔ میرا چین گیا میری نیند گئی
میری بیاں بچوں کے گلے سے لگا میرے سینہ سے سینہ کو اپنے ملا
ہائے سینہ میں جلتی ہے برہا اگن ۔ میرا چین گیا میری نیند گئی
تیرے لختِ جگر کی صورت ہے ۔ محمود کی موہنی مورت ہے
ہائے وہ بھی ہے دُور ا ہے دُور وطن! میرا چین گیا میری نیند گئی
تیرا نیّر خستہ جگر ہے جہاں لیسے جنگ میں بمرو بحر سے ہاں
لیجو اسکی کھبر تو لیے لاگے چرن ۔ میرا چین گیا میری نیند گئی

اِس کا جواب ملا ۔ آقائے غریب نواز آئے؎ گلے سے لگا لیا ۔ تب اِسی ساحل پہ اُسی جگہ بلبل نے یادِ گل میں ترانۂ خوشی گایا ہے

سوئے لیکھ سکھی میرے جاگ پڑے سو کھبے بر چھبی کئے آن ہرے
ملا آکے گلے سے جو بانکا بلم مجھے چین پڑا مجھے نیند پڑی
میری دُکھوں میں ساری عمر یا کٹی مجھے غم کی ہمیشہ سے دوری ہٹی
ہوا فضل رقم گئے رنج و ہم مجھے چین پڑا مجھے نیند پڑی
مَیں نے صف کو عدو کی ہے پھیر دیا یک قلم لعیں تسخیر کیا
لیا ہاتھ میں مہدی کا جب سے علم مجھے چین پڑا مجھے نیند پڑی

۵

یادِ حبیب میں سفر پر جاتے ہوئے بے ربط باتیں لکھ دی ہیں۔ آج کا دن کیا ہے کوئی ذیل کے چند جذبات نیّر پڑھ لے ؎

باتیں کئی ہوں جس کی جاناں کے درد و غم میں
وہ جانتا ہے جاں کی عاشق کے جاں کنی کو

آنکھوں کا میرے پانی بادِ صبا تو لے جا
اُس گُل کی جا کے دینا ہر ایک پنکھڑی کو
نذر ہے نہ پُر ہے آخر کیا تحفہ انکو بھیجوں
لیجا نسیم سحری اِس میری بے بسی کو
پیش از وصال مشکل گو ہے وصالِ جاناں
دُنیا میں آ کے لیکن ملتے ہیں احمدی کو
جاناں تمہارے مُنہ سے نیّر میں نور چمکا!
کیا مُنہ تھا ورنہ اس کا پاتا جو روشنی کو

(مرسلہ سید محمد حسین شاہ صاحب میانوالی)

تبصرہ

"THE IDEAL MAN"

چوبیس صفحات پر مشتمل انگریزی کا یہ مختصر رسالہ سلسلہ احمدیہ کے جید بزرگ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کے ایک اُردو مضمون کا ترجمہ ہے۔ حضرت میر صاحب مرحوم رض کا قلم ہو اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر! جذب و عشق میں ڈوبے ہوئے فاضل مصنف نے اِس موضوع پر انتہائی اختصار ملحوظ رکھنے کے باوجود بہت عمدہ اور ٹھوس مواد نہایت دلکش پیرایہ میں جمع کر دیا ہے۔ انگریزی ترجمہ پیر صلاح الدین صاحب بی۔ اے، ایل ایل۔ بی کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ مسلم و غیر مسلم ہر طبقہ میں اس کی اشاعت نہایت مفید ہو گی۔ ادارہ ریویو آف ریلیجنز ربوہ سے ۳۲ روپے سینکڑہ کے حساب سے حاصل کیا جا سکتا ہے ؛

(م - ا)

؎ یعنی رؤیا میں ملاقات ہو گئی۔ (ناقل)

غزل

(مکرم مبشر خورشید صاحب راولپنڈی)

"جفا کرتے ہیں جو اے دل وہ کیا جانیں وفا کیا ہے"
جو رہتے ہیں صنم خانوں میں کیا جانیں خدا کیا ہے

ہے اب مفقود ساحل کا نشاں، دشوار ہے منزل
ذرا سننا کہ موجوں کے تلاطم کی صدا کیا ہے

ہو جس کی ایک ہی خواہش مگر وہ بھی نہ پوری ہو
بتاؤ اس کو کیا معلوم جینے کا مزا کیا ہے

سنانے کی انہیں کوشش بہت کی حالِ دل لیکن
نہ وہ سمجھے سنا کیا ہے نہ ہم سمجھے کہا کیا ہے

تبسّم سے زیادہ کچھ نہیں اِک پھول کی ہستی
ذرا بتلاؤ اے بادِ صبا اس کی خطا کیا ہے

اگر دل کا دھڑکنا باعثِ الفت نہیں خورشید
محبّت کی علامت پھر کہو اس کے سوا کیا ہے؟

ایک کامیاب مبلغ کی سرگزشت

حضرت مولانا رحمت علی صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا کے خود نوشت ایمان افروز تبلیغی حالات

۹

غیر احمدی علماء سے انڈونیشیا میں جو مباحثہ سب سے زیادہ اہم ہوا وہ بتاوی ہی میں ہوا۔ دونوں طرف سے اخبارات میں بہت پراپیگنڈہ ہوا، اشتہارات چھاپے۔ لوگوں کو انتہائی شوق تھا کہ وہ یہ مباحثہ ضرور سنیں معلوم ہوتا ہے کہ جوں جوں مباحثہ کے دن قریب آتے جاتے تھے میرے مخالف علماء اپنے آپ میں خود اعتمادی کا فقدان محسوس کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایک طرف میرے خلاف حکومت کو گمنام خطوط لکھنے شروع کئے اور دوسری طرف مجھے قتل کی دھمکیاں دینی شروع کر دیں۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ افتتاح مباحثہ سے ایک دن پہلے تک مقامی پولیس بے انتہا پریشان ہو چکی تھی اور وہ ڈرتی تھی کہ میری جان ہر لحظہ خطرے میں ہے۔

اس مباحثہ میں داخلہ ٹکٹ کے ذریعے تھا۔ اور فیصلہ یہ ہوا تھا کہ ٹکٹ صرف تھوڑے لوگوں کو جاری کئے جائیں تاکہ صرف بڑا طبقہ ہی اس میں شامل ہو سکے۔ اس طرح صرف تین ہزار نشستوں کا اہتمام کیا گیا تھا لیکن لوگوں کے شوق کا یہ عالم تھا کہ دوسرے جزائر سے بیشمار لوگ پہنچ گئے اور خود بتاوی میں ہر شخص مباحثہ میں شریک ہونے کے لئے بے تاب تھا۔ بعض لوگ پچیس پچیس روپے میں دوسروں سے ٹکٹ خریدنے پر آمادہ نظر آئے۔ مگر کوئی شخص کسی قیمت پر ٹکٹ ہاتھ سے دینا نہیں چاہتا تھا۔ پولیس کا انتظام بہت بڑے پیمانے پر تھا اور اس کے بڑے بڑے افسر بذاتِ خود موقع پر موجود تھے اور ہر طرف کڑی نگرانی کر رہے تھے۔ ہماری طرف سے مجھے اور مولوی ابوبکر صاحب ایوب کو مباحثہ میں حصہ لینا تھا اور وہ اس طرح کہ پہلے دن مجھے وفاتِ مسیح پر گفتگو کرنی تھی۔ دوسرے دن مولوی ابوبکر صاحب ایوب کو یہ ثابت کرنا تھا کہ کیا حضور سرورِ کائنات ؐ کے بعد نبی آسکتا ہے؟ تیسرے دن پھر مجھے صداقتِ مسیح موعود علیہ السلام پر بحث کرنی تھی۔ سرکاری افسر، اخبار نویس، رؤسا، امراء، علماء اور ممتاز طلباء سے سٹیج کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ تین ہزار ٹکٹ جاری ہوا۔ پانچ ہزار افراد کسی نہ کسی طرح اندر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ باقی لوگ دور دور تک باہر کھڑے،

دیواروں پر بیٹھے، دیواروں کے پیچھے کان کھڑے کئے آغازِ مباحثہ کے منتظر تھے۔

پہلے دن وفاتِ مسیح پر مَیں نے دلائل پیش کئے۔ مخالف علماء نے اُن کی تردید کی اور اپنے شکوک ظاہر کئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے مخالف علماء ہر دلیل پیش کرتے ہوئے بے حد ہچکچاتے تھے اور صاف معلوم ہوتا تھا کہ اُن کے دل اُن کی زبان کا ساتھ نہیں دے رہے۔ چنانچہ مجھے اپنے اِس قیمتی وقت کے دَوران میں کہنا پڑا کہ احمدیت کے یہاں آنے سے پہلے آپ لوگ دل سے وفاتِ مسیح کے قائل تھے، آپ کے دل اب بھی اسی حقیقت کے قائل ہیں لیکن محض احمدیت کی مخالفت کی خاطر آپ لوگ اپنا عقیدہ بدل رہے ہیں۔ آپ کی زبان سے نکلا ہؤا ایک ایک فقرہ اِس حقیقت کا غماز ہے۔ اِس کا انہوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور یہ بات حاضرین کے چہروں سے عیاں تھی کہ دراصل مباحثہ متوازن نہیں۔ مخالف علماء بے حد دب چکے تھے۔ دوسرے دن پھر یہی کچھ ہؤا۔ ان علماء کی علمیت میں عوام کو ذرا کلام نہ تھا، ان کے علمی تبحر کا ہر شخص پہ رعب تھا لیکن مباحثہ میں وہ اپنے علمی وقار کو قائم نہ رکھ سکے اور دبتے چلے گئے۔ اِس پر اُن کے جو بہت زیادہ حامی لوگ تھے اور جو اُن کے پیش کردہ اصول کی فتح دیکھنے نہیں آئے تھے بلکہ اُن علماء کی اپنی فتح دیکھنے آئے تھے وہ علماء کو مرعوب ہوتا دیکھ کر جلسہ گاہ سے اُٹھ کر چلے گئے۔

تیسرے دن صداقتِ مسیح موعودؑ پر گفتگو کرتے وقت مجھے زیادہ تردد نہ کرنا پڑا کیونکہ مخالف علماء درحقیقت بالکل پٹ چکے تھے اور پہلے دو دن ان کی شکست عوام تسلیم کر چکے تھے۔ مَیں نے اِس صورتِ حال سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی زیادہ توجہ اُن کتابوں کی طرف کی جو اُن علماء نے ہمارے خلاف لکھی تھیں اور غلط بیانیوں سے کام لیتے ہوئے بیشمار ایسی باتیں حضرت مسیح موعودؑ کی طرف منسوب کی تھیں جو درحقیقت آپ نے کبھی نہیں کہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی ساری کتابیں میرے پاس تھیں، مَیں ایک کتاب کے حوالوں کو لیتا، مباحثہ کرنے والے عالم کی کتاب کی عبارت پڑھتا وہ صدر مباحثہ کو دے دیتا۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب کی اصل عبارت پڑھتا۔ وہ کتاب بھی صدر کو دے دیتا۔ تاکہ وہ دونوں کا مقابلہ کر سکے۔ یہ مَیں نے تقریباً پندرہ دفعہ کیا۔ صاحبِ صدر خاموشی کے ساتھ اُن حوالوں کو موازنہ کرتے اور ان میں تطابق نہ پا کر حیران ہو جاتے۔

اِس کے بعد مَیں نے ایک بات پر خاص طور پر زور دیا۔ وہ بات یہ تھی کہ میرے مقابل عالم نے دَورانِ تقریر میں کہہ دیا تھا کہ حضرت مرزا صاحب نے ایک مصری رشید رضا سے مباہلہ کیا اور اس مباہلے میں انہوں نے کہہ دیا تھا کہ رشید رضا ان کی زندگی میں ذلیل ہوگا اور مرے گا۔ مَیں نے صدر کے توسط سے دریافت کیا اس مباہلے کی رُوداد کہاں درج ہے جس کے جواب میں مخالف عالم نے حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیف الھدیٰ کا نام لیا۔ اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر یہ رُوداد الھدیٰ میں مندرج نہ ہو تو وہ پانچ سو روپیہ جرمانہ ادا کرے گا۔ اس کا یہ اِدّعا حاضرین کے اچھی طرح سے ذہن نشین کرانے کے

بعد میں نے الہدیٰ صدر کے ہاتھ میں دیدی اور پوچھا کہ وہ حوالہ مجھے دکھا دیا جائے۔ اب حقیقت یہ ہے کہ الہدیٰ میں صرف اتنا مذکور ہے کہ رشید رضا کو اپنی فصاحت و بلاغت کا دعویٰ ہے لیکن وہ میری کتاب کے مقابلہ میں کتاب نہ لکھ سکے گا۔ اب مخالف عالم نے الہدیٰ کے ورق اُلٹنے شروع کئے۔ جب اس کا بیان کردہ حوالہ نہ ملا تو شرمندہ ہو کر کہہ دیا کہ اس نے دراصل یہ بات رشید رضا کی کسی کتاب میں پڑھی تھی۔ میں نے اپنے وقت میں تقریر کرتے ہوئے عوام کے محض جذبات کو اپیل کی اور کہا کہ میں بیسیوں حوالے پیش کر چکا ہوں جو سب کے سب آپ کے علماء کی کتب سے لئے گئے ہیں اور سر تا سر غلط ہیں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ وہ علماء جن کا کام دنیا میں صداقت پھیلانا ہے۔ وہی بار بار جھوٹ کا طومار باندھتے ہیں۔ میں آپ کے سامنے اس سٹیج پر موجود ہوں خدا کے لئے اپنے کسی عالم سے کہیئے کہ وہ مجھے بتائے آخر اس جھوٹ کا کیا مطلب ہے؟ میں نے اپنی آواز میں رقّت پیدا کرتے ہوئے اپنی مظلومی کا اچھا خاصہ رونا رو دیا۔ اس پر حاضرین کے دل پسیج گئے اور انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ مخالف علماء میرے غلط بتائے ہوئے ایک ایک حوالہ کو ان کے سامنے صحیح ثابت کریں۔ یہ شور کچھ اس طرح مچا کہ صدر نے میرے مخالف عالم کو مجبور کیا کہ وہ سٹیج پر آکر میری صرف اس بات کا جواب دے۔ مخالف عالم مجبوراً کھڑا ہوا لیکن اس کی حالت یہ تھی کہ چہرہ زرد تھا، ٹانگوں پر رعشہ طاری تھا۔ اور آواز میں لکنت پیدا ہو چکی تھی۔ وہ میرے اصل سوال کا جواب نہ دے سکا اور صرف یہ کہہ کر خاموش ہو گیا کہ رحمت علی انگریزوں کا ایجنٹ ہے۔ وہاں سے تنخواہ لیتا ہے اسلئے یہ اور اس کی جماعت آسودہ حال ہیں اور خوب تبلیغ کر رہے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ہم اپنی محنت سے روپیہ پیدا کرتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ یہ میرے سوال کا جواب نہ تھا۔ چنانچہ اس سے سامعین پر نہایت خوشگوار اثر پڑا اور انہوں نے اصولِ احمدیت کی تحقیقات شروع کر دی۔ نتیجہ کے طور پر بہت سے لوگ جلد احمدی ہو گئے۔ ان میں اس مباحثہ کے صدر صاحب بھی شامل تھے۔!

جہاں تک اس مخالف عالم کا تعلق تھا اس نے اپنی مخالفت کو سیاسی حربے کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا اس پر اس کے ہم خیال مگر سمجھدار چند لوگوں نے اُسے سمجھایا کہ وہ علمی رنگ میں احمدیت کے عقائد کو مباحثہ کے ذریعے جھوٹا ثابت کرے ورنہ عوام پہلے ہی اس سے بددل ہو چکے ہیں اب اور بھی بدک جائیں گے۔ ہم پہلے ہی چاہتے تھے کہ اس سے کبھی دوبارہ دو دو ہاتھ ہو جائیں چنانچہ اب کے خود اس نے ہمیں مناظرہ کی دعوت دی اور اپنی شرائط پر ہمیں مناظرہ کرنے کو کہا۔ ہم نے اُس کی تمام شرائط قبول کر لیں اور مناظرہ شروع ہوا۔ اب کے اس نے رپورٹر خود مہیا کئے تھے۔ چنانچہ پہلے دن کے اختتامِ مناظرہ پر اُس نے جو جی میں آیا اخبارات میں لکھوا دیا دوسرے دن ہم نے دورانِ مناظرہ میں اس پر احتجاج کیا۔ اور عوام کو اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی۔ مناظرہ تین دن ہونا تھا چنانچہ تیسرے دن اس کے اپنے رپورٹروں نے یہ راز افشاء کر دیا کہ اس مخالف عالم نے اتنے روپے دیکر

ان کی خدمات حاصل کی تھیں اور طے یہ ہوا تھا کہ وہ سراپا جھوٹ پر مبنی رپورٹیں اخباروں میں دیں گے۔ نیز یہ کہ مناظرہ کا آخری فیصلہ بھی اس عالم نے پہلے ہی لکھ کر چھپوا رکھا تھا۔ مناظرہ ابھی جاری تھا کہ اس پیش از وقت شائع شدہ فیصلہ کی چند کاپیاں ہمارے ہاتھ آ گئیں۔ ان کاپیوں کو ہم نے ٹھیک وقت پر استعمال کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عوام نہ صرف اس کی طرف سے بلکہ اس کے ہم خیال دوسرے علماء کی طرف سے بھی انتہائی بدظن ہو گئے۔ اس مخالف عالم کی تو یہ حالت ہوئی کہ اُسے آخر وہ علاقہ چھوڑ دینا پڑا اور وہ جہاں بھی گیا ذلت و رسوائی برابر اس کے پیچھے گئی۔ اس علاقہ میں ہم نے کبھی مقامی علماء سے بحث کی کبھی عربوں سے مناظرہ کیا اور کبھی عیسائی منادوں کو چیلنج کیا۔ خدا کے فضل سے ہم ہمیشہ کامیاب رہے اور ہمارا ہر قدم آگے ہی پڑا۔ ہماری مخالفت ہوئی اور شدید رنگ میں ہوئی۔ یہاں تک کہ مخالفوں نے عام مساجد میں ہمیں نماز ادا کرنے سے جبراً روک دیا۔ اس پر ہم نے اپنے گھروں میں نماز پڑھنی شروع کی اور بظاہر ہم پھیلنے کی بجائے سکڑتے گئے انجام کار ہماری فتح ہوئی اور ہم ہی اس علاقہ پر محیط ہوئے اب ہماری اپنی مسجد یہاں تعمیر ہو چکی ہے اور اس کے ساتھ ہی اب ہمارا دار التبلیغ بھی اپنا ہے۔ شہر کے ارد گرد دیہات میں جماعتیں قائم ہو چکی ہیں اور اور ہم انفرادی حدود سے نکل کر ایک قوم کی شکل اختیار کر چکے ہیں +

(باقی)

فرصت ملی تو چاک گریباں کرینگے ہم

(ملک شیر محمد ملک کراچی)

تکمیلِ آرزو بر عنواں کریں گے ہم
وقت آ گیا تو جان بھی قرباں کرینگے ہم

آتی ہے شرم حال سُنانے سے بزم میں
خلوت میں اِک گزارشِ پنہاں کرینگے ہم

خوابیدہ حسرتوں کو جگاؤ نہ اب حضور!
پوشیدہ رازِ عشق نمایاں کرینگے ہم

دیوانگی کو پاسِ ادب ضرور ہے
خود کو مٹا کے اُنکو پریشاں کرینگے ہم

جب منسلک ہیں ایک ہی رشتہ میں حسن و عشق
ناز و نیاز دونوں کو یکساں کرینگے ہم

دستِ تصرفاتِ جنوں سے ملک اگر
فرصت ملی تو چاک گریباں کرینگے ہم

مستقل فیچر!

بیادگار حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ

قبول احمدیت کی دلچسپ داستان

(مکرم منشی سربلند خان صاحب - ربوہ)

خاکسار نے سال سنہ ۱۹۰۱ء میں مڈل کا امتحان پاس کیا تھا اور سنہ ۱۹۰۲ء میں اپنے چچا مولوی گوہر علی صاحب رضی اللہ عنہ گرداور نہر کے پاس ضلع گورداسپور سے ضلع ملتان میں بغرض حصولِ ملازمت چلا گیا تھا۔ میری اصل سکونت موضع کوٹلہ افغاناں تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداسپور میں ہے جو کہ اب بعد انقلاب بجائے ضلع گورداسپور کے ضلع سیالکوٹ ہے۔ مجھے اس وقت تک مذہبی لحاظ سے کوئی علم نہ تھا۔ میرے چچا صاحب احمدی تھے۔ جن کے احمدی ہونے کا بھی مجھے علم نہیں تھا۔ ان کے پاس اخبار الحکم قادیان شریف سے آیا کرتا تھا جس کو میں بھی پڑھ لیا کرتا تھا اور میں حیران ہوتا تھا کہ باوجود اس کے کہ قادیان ہمارے ضلع گورداسپور کا ایک قصبہ ہے لیکن مجھے پتہ ہی نہیں ہے۔ اس کی وجہ در اصل یہ تھی کہ ہمارے سکول میں کل چھ ماسٹر پہلی جماعت سے لے کر آٹھویں جماعت تک ہوتے تھے جن میں سے صرف ایک ماسٹر نام کے مسلمان تھے اور باقی سب ہندو تھے۔ نام کے مسلمان سے میری مراد یہ ہے کہ میں نے ان کو کبھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا۔

اخبار الحکم کے مطالعہ سے مجھے کچھ کچھ مذہبی واقفیت ہوئی اور میرے چچا صاحب مرحوم کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب براہین احمدیہ، ازالہ اوہام وغیرہ تھیں اور ایک کتاب بنام عسل مصفّٰی مصنفہ مرزا خدا بخش صاحب بھی تھی۔ جن کا میں نے مطالعہ کرنا شروع کیا۔ جوں جوں میں مطالعہ کرتا جاتا تھا مجھ پر صداقت کھلتی جاتی تھی حتیٰ کہ مجھے کامل یقین ہو گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام واقعی امام مہدی اور مسیح موعود ہیں۔ گو مجھے کئی غیر احمدی علماء وغیرہ کہتے رہتے تھے کہ تمہارے چچا مرزائی ہیں اور مرزائیوں پر علماء نے کفر کا فتویٰ لگایا ہوا ہے۔ اس واسطے دیکھنا کہیں احمدی نہ ہو جانا۔ میں ان سے کہتا کہ مجھے جو کچھ اخبار الحکم اور اور کتب سلسلہ احمدیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے وہ تو یہی ہے کہ یہ سلسلہ اپنے اندر صداقت رکھتا ہے کیونکہ آخری زمانہ کی جو علامات قرآن شریف اور احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں وہ اکثر پوری ہو گئی ہیں۔ مثلاً سورج گرہن اور چاند گرہن کا اپنی مقررہ تاریخوں پر لگنا اور نہروں کا جاری ہونا، بنجر زمینوں کا آباد ہونا، دریاؤں کا خشک ہونا اور کتابوں کا شائع ہونا، ریل، تار برقی، ہوائی جہاز، طاعون، قحط، زلازل اور باہمی میل جول وغیرہ وغیرہ حتیٰ کہ صداقت پورے طور پر میرے اندر گھر کر گئی۔

میرے چچا صاحب مرحوم نے مجھے کبھی مذہب کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا۔ نماز پنجگانہ کے بڑے پابند تھے۔ سال

۱۹۰۳ء میں چچا صاحب کی کوشش سے میں بعہدہ پٹواری نہر ملتان میں پٹواری نہر تعینات ہوگیا اور میرے چچا صاحب نے میرے نام اپنی گرہ سے رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو جاری کرا دیا اور دو تین سال تک وہی اس کا چندہ ادا کرتے رہے۔ جب اُن کو پختہ یقین ہوگیا کہ میں احمدی ہو چکا ہوں تو پھر انہوں نے مجھے کہا کہ اب تم خود رقم ادا کر دیا کرو۔ چنانچہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں نے ۱۹۴۷ء تک برابر جاری رکھا۔ جس کے فائل میں نے باقاعدہ جلد بندی سال بسال کرا کر قادیان رکھے تھے جو انقلاب میں وہاں ہی رہ گئے۔ میں نے خود بھی اچھا خاصا کتب خانہ مہیا کر لیا تھا۔ اور اخبارات بدر، نور، الفضل، الحق دہلی، رسالہ تشحیذ الاذہان کا خریدار رہا جو سب قادیان میں رہ گئے۔

نومبر سال ۱۹۰۳ء میں مجھے سرکاری طور پر پٹواری نہر کی ٹریننگ کے لئے نہر باری دو آب تحصیل بٹالہ میں بھجوایا گیا۔ جہاں سے مجھے قادیان جانے کا جمعہ کے جمعہ موقع مل جاتا مگر اُن دنوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک مقدمہ کے دوران اکثر گورداسپور رہنا پڑتا تھا جس وجہ سے میں حضورؑ کی زیارت سے جلدی مشرف نہ ہوسکا۔ بہرحال جہاں تک میرا خیال ہے ماہ فروری ۱۹۰۴ء میں حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور حضورؑ کی زیارت سے دل باغ باغ ہوگیا۔ حضور پُرنور کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر ہی میرے دل نے یہ گواہی دی کہ آپ سچے اور راستباز ہیں اور کسی جھوٹے انسان میں ایسی نورانیت اور کشش نہیں ہوسکتی۔

اس کے بعد ماہ مئی جون ۱۹۰۴ء تک برابر ہر جمعہ قادیان جا کر پڑھتا رہا اور دل میں عہد کیا کہ انشاء اللہ تعالےٰ جلسہ سالانہ پر سال بسال ضرور آیا کریں گے۔ چنانچہ حضورؑ کی زندگی میں برابر ہر سالانہ جلسہ پر حاضر ہوتا رہا۔ بلکہ حضورؑ کے بعد بھی بجز شاذ و نادر کوئی ایک یا دو جلسوں کے برابر آتا جاتا رہا۔

چند روایات

(۱) سال ۱۹۰۴ء کے جلسہ سالانہ میں ایک دن علی الصبح میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ حضورؑ بازار کے راستہ سیر کو تشریف لے چلیں تو بڑا مزا آئے۔ چنانچہ میں صبح کی نماز کے بعد ضروریات سے فارغ ہو کر مسجد مبارک کے گلی والے دروازہ پر جا کر کھڑا ہوگیا کیونکہ حضورؑ نے گھر سے اُسی دروازے پر سے باہر تشریف لانا تھا۔ میرے آگے جناب خواجہ کمال الدین صاحب وکیل بالکل دروازے کے اندر کھڑے تھے اور اکثر احباب انتظار میں احمدیہ چوک کی طرف دُور تک لائن بنائے کھڑے تھے۔ لیکن جب حضورؑ تشریف لائے اور آتے ہی حضورؑ نے السلام علیکم کہا سب سے پہلے خواجہ صاحب نے مصافحہ کیا اور اس کے بعد میں نے مصافحہ کیا اور خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور آج تو بازار کے راستہ سیر کو چلیں۔ حضورؑ نے فرمایا بہت اچھا۔ ایک طرف خواجہ صاحب اور دوسری طرف میں حضورؑ کے ساتھ ہو لئے اور دوسرے کئی ایک احباب پیچھے تھے۔ جب مسجد اقصیٰ والے چوک بازار میں پہنچے تو باقی احباب کو بھی پتہ لگ گیا کہ حضورؑ بازار کے راستہ سیر کو

جا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ دوڑ کر بازار کی طرف آ گئے اور بازار میں خوب گھما گھمی ہو گئی اور حضورؑ کو چلنا مشکل ہو گیا۔ بازار میں اکثر چھابڑیاں وغیرہ بازار والوں کو سنبھالنی مشکل ہو گئی تھیں۔ بازار کے چوک میں جب حضورؑ ذرا ٹھہر گئے تو ایک چھوٹے قد کا دُبلا پتلا آدمی جو یوپی کی طرف کا رہنے والا معلوم ہوتا تھا حضورؑ کے پاؤں پر گر پڑا۔ مگر حضورؑ نے اس کو کندھے سے پکڑ کر اُوپر کا اُوپر کھڑا کر دیا اور ساتھ ہی حضورؑ نے فرمایا کہ دیکھو یہ ناجائز ہے، مصافحہ کرنا چاہیئے۔ بہر حال حضورؑ جو بازار ریتی چھلہ کو جاتا ہے اس کے سرے پر پہنچ گئے اور آگے حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی رضی اللہ تعالےٰ عنہ بمعہ اپنی جماعت سیالکوٹ کے کھڑے تھے۔ چونکہ لوگوں کے ہجوم سے چلنا مشکل ہو رہا تھا اس واسطے میر صاحب نے اپنی جماعت سیالکوٹ کو ارشاد فرمایا کہ سڑک پر دو رویہ قطاریں بنا لیں تاکہ حضور آسانی سے گزر سکیں۔ حضورؑ کا ارادہ تو سڑک بڑ پر دُور تک جانے کا تھا مگر ہجوم سے گرد وغیرہ اُڑنے سے حضورؑ ریتی چھلہ کے شمال مغربی کونہ پر ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے اور احباب سے مصافحہ فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ میں آج جماعت پر خوش ہوں اور پھر حضورؑ وہاں سے ہی واپس گھر تشریف لے آئے۔

(۲) اسی جلسہ کی تقریر میں دو سکھ جاٹ تقریر سُنکر باہر نکلے اور چوک میں کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ مَیں بھی تقریر سُنکر باہر چوک بازار میں آ گیا تھا۔ ان میں سے ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا کہ "مرزے نے اج بڑی اچھی باتیں کہی ہیں۔ ساکوں پتہ ہوندا تے اسیں روز آ کے سُندے"۔

(۳) سال ۱۹۰۵ء میں ایک ہفتہ کی چھٹی پر ملتان سے بٹالہ آیا۔ مَیں جمعہ پڑھنے کے لئے قادیان چلا گیا۔ موسم گرمی کا تھا۔ حضورؑ نماز جمعہ ادا کر کے مسجد اقصےٰ کے جنوب مشرقی کونہ پر ایک تُوت کا درخت ہوتا تھا اس کے سایہ کے نیچے ٹھہر گئے اور دوست اردگرد مصافحہ کرنے کے لئے جمع ہو گئے۔ ایک ہمارے نابینا احمدی دوست تھے جو اِدھر اُدھر ہاتھ مار رہے تھے مگر وہ حضرت صاحب تک پہنچنے سے معذور تھے۔ حضورؑ کی اچانک اُن پر نظر پڑی تو حضورؑ نے احباب کو ہاتھ کے اشارے سے اِدھر اُدھر ہونے کے لئے کہا۔ چنانچہ دوست اِدھر اُدھر ہو گئے اور حضورؑ نے اپنی زبانِ مبارک سے فرمایا کہ "حافظ صاحب اب آپ سیدھے تشریف لے آویں۔ حافظ صاحب نے دعائیں دیتے ہوئے مصافحہ کیا اور کہا کہ میرے لئے حضور کی سچائی کے لئے یہی کافی ہے۔ اس کے بعد پھر دوسرے دوست مصافحہ کرنے لگے مگر گرمی اور ہجوم کی وجہ سے حضورؑ کی طبیعت پر اچھا اثر نہیں پڑ رہا تھا۔ حضورؑ معاً مسکرائے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ ساتھ کھڑے تھے انہوں نے

دریافت کیا کہ حضورؑ آپ کیوں مسکرائے ہیں؟۔ حضورؑ نے فرمایا کہ کچھ گرمی وغیرہ کی وجہ سے طبیعت پر گھبراہٹ سی تھی مگر مجھے اللہ تعالیٰ کی وہ بات یاد آگئی کہ "لوگوں کی ملاقات سے گھبرانا نہیں"۔

(۴) سال ۱۹۰۶ء میں پھر ایک ہفتہ کی اتفاقیہ رخصت پر بٹالہ آیا اور ایک دو دن کے لئے قادیان بھی چلا گیا۔ موسم گرمی کا ہی تھا۔ علاقہ سیالکوٹ سے سکھوں کی ایک برات قادیان کے نزدیک کسی گاؤں میں آئی تھی جن میں سے قریباً چار سکھ دوست حضورؑ کو ملنے کے لئے قادیان تشریف لائے اور اندر کہلا بھیجا۔ مگر حضورؑ نے کہلا بھیجا کہ میری طبیعت اس وقت اچھی نہیں مغرب کی نماز کے وقت ملوں گا۔ ان سکھ صاحبان نے تہیہ کیا ہوا تھا کہ جس طرح بھی ہو ہم مل کر جائیں گے۔ چنانچہ مغرب کی نماز کے وقت حضورؑ مسجد مبارک کی چھت پر نماز ادا کرنے کے لئے تشریف لائے، وہ سکھ صاحبان اس وقت مسجد میں کھڑے انتظار کر رہے تھے۔ حضورؑ نے دروازہ کھولتے ہی السلام علیکم کہا اور سکھ صاحبان جو سامنے کھڑے تھے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا آپ لوگوں نے مجھے بلایا تھا؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں حضور۔ حضورؑ نے فرمایا کہ کہنے والے نے مجھے یہ نہیں کہا کہ کوئی آدمی باہر سے ملنے کے لئے آئے ہیں ورنہ میں گو میری طبیعت اچھی نہ تھی آپ کو ملنے کیلئے آجاتا۔ حضورؑ نے ان کا حال احوال دریافت کیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور عرض کیا کہ ہمیں کہا گیا تھا کہ مرزا صاحب بالکل باہر نہیں نکلتے۔ اور نہ کسی کو ملتے ہیں مگر ہم نے دل میں یہی ارادہ کیا تھا کہ کچھ بھی ہو مل کر جائیں گے۔ حضورؑ نے فرمایا آپ ٹھہریں آپ کا کھانے وغیرہ کا انتظام ہو جائے گا۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور ہم ایک برات کے ساتھ آئے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد وہ چلے گئے۔ حضورؑ نے نماز پڑھی اور بعد نماز واپس گھر تشریف لے گئے +

جمشید ہاشمی بی۔اے

انتخاب و اقتباس!

۱۔ علوم و فنون میں اسلام کا حصّہ

تاریخی لحاظ سے یہ امر اب ثابت شدہ ہے کہ اسلام کی نشاۃِ اولیٰ کے وقت سے ہی علوم و فنون کی اشاعت و ترویج میں مسلمانوں کا بیش قیمت حصّہ ہے۔ ۷۵۰ء سے ۸۵۰ء تک مسلمان علماء و حکماء نے نہ صرف یونانی فلسفہ و حکمت اور ایرانی علوم و فنون کے تراجم ہی شروع کر دیئے تھے بلکہ اُن کی تخلیقی صلاحیتوں کے جوہر بھی نمودار ہو چکے تھے۔ چنانچہ دوسری صدی کے دوران ہی مسلمان حکماء کے کارنامے کتب اور تحریرات کی صورت میں دنیائے علم و فن میں بکھرنے لگے۔ مثلاً طب، فلسفہ، الکیمیا، فلکیات، ریاضی، جغرافیہ، قانون و فقہ، دینیات، لسانیات جیسے اَدق مضامین پر ضخیم قلمی کتب کے خزانے اب بھی یورپین لائبریریوں میں موجود ہیں۔ پھر ان کتب اور مخطوطات کے تراجم یورپ میں شام، سپین، سسلی میں سے ہو کر پہنچے اور از منۂ وسطیٰ کے دبستانوں پر چھا گئے۔ افسوس موجودہ دور کے مسلمانوں نے اپنے اسلاف کے کارناموں کو بھلا دیا ہے۔ اب یہ قوم محض ایک بے عمل اور بے کس اجتماع کی صورت میں اپنے ماضی پر نوحہ کناں ہے "گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را" کے طور پر ڈاکٹر پی۔ کے حِتّی کی کتاب "ہسٹری آف دی عربس" میں سے دو ایک اقتباس درج ذیل ہیں:۔

طِبّ:۔

"عراق اور اسلامی ملکوں کی آب و ہوا چونکہ سخت گرم تھی اسلئے سورج کی تپش اور گرد کی زیادتی کی وجہ سے آنکھوں کی بیماریاں عام تھیں۔ اسلئے مسلمان حکماء کی توجہ سب سے پہلے آنکھ کے علاج کی طرف مبذول ہوئی۔ ۸۳۶ء میں خلیفہ المعتصم کو نیوبیا کی طرف سے ایک بندر تحفہ کے طور پر بھیجا گیا۔ جو اس کے درباری حکیم حُنین بن اسحاق کو علم الابدان کی تحقیقات کے لئے دیدیا گیا۔ چونکہ اس زمانے میں انسانی جسم کی چیر پھاڑ کو اسلامی فقہ کی رُو سے گناہ تصور کیا جاتا تھا اسلئے حُنین بن اسحاق نے اس بندر کی آنکھ کی ساخت معلوم کرنے کے لئے اس پر پہلا اپریشن کیا اور ایک ضخیم کتاب "العشر مقالات فی العین" لکھی جس کا انگریزی ترجمہ اب بھی ڈاکٹری تعلیم کے لئے بطور نصاب پڑھائی جاتی ہے۔

ایک حدیث کی رُو سے علاج معالجہ کی تعلیم دو باتوں پر مشتمل ہو گئی ہے۔ یعنی طب اور دینیات کے اختلاط سے علاج و ادویہ کا علاج ضروری ہے یعنی ابتدائی مسلمان طبیب کے لئے علاوہ علاج معالجہ کے ضروری تھا کہ وہ فلکیات اور فلسفہ و حکمت کا بھی ماہر ہو۔ اسی لئے ایسے شخص کو "حکیم" کہا جاتا تھا۔ عرب کے ان حکماء نے ادویات کی دکانیں کھولیں اور فنِ دوا سازی کے سکول جاری کئے۔

اور پہلا فارما کوپیا مرتب کیا۔ ۷۷۶ء میں ابوالحکام جابر
ابن حیان شہرۂ آفاق حکیم گزرے ہیں جن کے ہزاروں
شاگرد ہوئے۔ خلیفہ المقتدر (۹۳۱ء) کے درباری
حکیم سنان ابن ثابت ابن قرہ نے اپنے ہاتھ سے آٹھ سو
ساٹھ اجازت نامے (سرٹیفکیٹ اور لائسنس) امتحان
لے کر جاری کئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب روئے زمین پر
کسی جگہ بھی "صحتِ عامہ" کا نام بھی کوئی نہ جانتا تھا۔
اسلام میں سب سے پہلا ہسپتال خلیفہ ہارون الرشید
کے زمانہ میں اوائل نویں صدی میں بغداد میں قائم کیا گیا۔
جس کا عربی نام "بیمارستان" تھا۔ اور دیکھتے دیکھتے
ایسے چونتیس ہسپتال دنیائے اسلام میں کھول دیئے
گئے۔ جن میں مستورات کے علیحدہ وارڈ اور ڈسپنسریاں
تھیں اور ہر ایک میں میڈیکل لائبریری موجود تھی ....الخ"

اس دورِ اسلامی کے نامی گرامی حکماء و اطباء
میں سے علی الطبری، الرازی، علی ابن العباس المجوسی،
اور ابن سینا ہیں۔ یورپین زبانوں میں ان ناموں کو بگاڑ کر
لکھا جاتا ہے اسلئے سرسری مطالعہ کرنے والے ان کے
کارناموں سے کما حقہٗ واقف نہیں ہوتے۔ الرازی
اور ابن سینا کی تصاویر یونیورسٹی آف پیرس کے ہال میں
آویزاں ہیں۔ ابوبکر محمد ابن زکریہ الرازی کو (Rhazes)
لکھا جاتا ہے اور ابو علی الحسین کو لاطینی میں (Avicenna)
کہتے ہیں۔

فلسفہ:۔

"یونانی فلسفہ کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ مطابقت و
موافقت دینے کا کام الکندی ایک عرب نے شروع کیا۔
اور الفارابی ایک ترک نے جاری رکھا اور ابن سینا ایک
ایرانی نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔
محمد ابن محمد ابن طرخان ابو نصر الفارابی کا اسلوب
فلسفہ و حکمت اس کی وہ ضخیم کتابیں ہیں جو اس نے افلاطون،
ارسطو کے فلسفہ پر تنقید کرتے ہوئے تصوف پر لکھی ہیں۔
وہ بیک وقت ایک قابل طبیب، ریاضی دان، ماہر
ہیئت دان اور موسیقار بھی تھا۔ حکیم بو علی سینا کا یہ کارنامہ
ہے کہ انہوں نے اپنی ذہانت و فطانت سے یونانی فلسفہ
حکمت کا ایسا جوہر اور نچوڑ نکالا کہ اسلامی دنیا کے مفکرین
کے لئے اسلام کی روشنی میں قابلِ فہم بنا دیا۔"

ریاضی اور ہیئت:۔

ہیئت دانی (Astronomy) کا شغف
مطالعہ اسلام میں ہندوستان کی وجہ سے فروغ ہوا
ہے۔ علم الہیئت پر مشہور ہندی کتاب سدھانتہ کا ترجمہ
۷۷۱ء میں محمد ابن ابراہیم الفزاری نے کیا۔ جس کے
تتبع میں متعدد کتب لکھی اور پڑھی گئیں۔ نویں صدی میں باضابطہ
رصدگاہیں تعمیر کی گئیں اور صحیح آلات ایجاد کئے گئے۔ خلیفہ
المامون کے دور میں بغداد کے شمسیہ گیٹ کے نزدیک پہلی
رصدگاہ تعمیر ہوئی اور پھر دمشق میں بھی بنائی گئی۔ اس زمانے
میں جو آلات استعمال ہوتے تھے ان میں مزولہ (quadrant)
اصطرلاب (Astrolab) ڈائل (Dial) اور گلوب
(globe) عام تھے۔ یہی ابراہیم الفزاری پہلے مسلمان ہیں
جنہوں نے اصطرلاب ایجاد کیا ہے۔ اس پر سب سے پہلے
علی ابن عیسیٰ اصطرلابی نے مقالہ لکھا ہے۔ المامون کے
ہیئت دانوں نے اجرامِ فلکی کے مختلف زاویوں کی پیمائش،

فاصلے، بلندیاں وغیرہ ماپنے کے لئے بڑے بڑے دقیق تجربات سرانجام دیئے ہیں۔ اور پھر کرۂ ارضی کے محیط کی پیمائش اس نقطۂ نگاہ پر کی کہ "زمین گول ہے"۔ حتّٰی کہ ایک طول بلد کا فاصلہ ۵۶ ۲/۳ کوس تک بتلا دیا۔ جس کا موجودہ صحیح فاصلہ سے بقدر ۲۸۷۷ فٹ کا فرق ہے۔ اس لحاظ سے زمین کا محیط ۲۰۴۰۰ میل اور قطر ۶۵۰۰ میل ہوا۔ ظاہر ہے کہ اس زمانے کے آلات اور موجودہ سائنسی دور کے آلات کے لحاظ سے یہ فرق کوئی زیادہ نہیں۔ اسلئے اس زمانہ میں نہ صرف یونانی اور ہندوستانی نے اس کو تسلیم کیا بلکہ چین میں بھی یہ اسلامی آلات استعمال کئے گئے۔ اور کتابوں کے تراجم ہونے لگے۔ علم النجوم بھی علم الہیئت کی ہی لونڈی رہی ہے۔ بلخ کا سب سے پہلا مسلمان ابو معشر اس علم کا استاد مانا جاتا تھا۔ تمام یورپ میں اب بھی البومسر (Albumasar) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

وہ نہ صرف پیدائش و موت اور حالات زندگی ہی بتلاتا تھا بلکہ سمندروں کے مدوجزر کا باعث چاند کی حرکت کی وجہ قرار دیتا تھا۔

ہندسوں اور اعداد و شمار کو المنصور کے دربار میں لانے والے ہندو پنڈت نے مسلمانوں میں بھی حساب کتاب کا ذوق پیدا کر دیا۔ الفزاری نے ہندی کتابوں کے تراجم شروع کر دیئے۔ چنانچہ اس کے بعد الخوارزمی اور حبش الحاسب (۸۶۷ء) نے اسلامی دنیا میں ریاضی کو رائج کر دیا لیکن مسلمان ریاضی میں زیادہ دلچسپی نہ لیتے تھے اسی لئے گیارھویں صدی میں آکر بھی ابوبکر محمد الکرخی (۱۰۱۹ء) اپنی کتاب "الکافی فی الحساب" میں ہندسوں کو حروف میں ہی لکھتا ہے اور دوسرے لوگ سامی اور یونانی طرز میں ابجد کے حروف گنتی کے لئے استعمال کرتے رہے۔ الخوارزمی کے بعد احمد النسوی (۱۰۳۰ء) نے ہندسوں کا استعمال عام کیا بلکہ کسور کی تقسیم مربع جذر، مکعب جذر نکالنا بتایا۔ مسلمانوں میں ابتدائی ریاضی دان محمد ابن موسیٰ الخوارزمی (۸۵۰ء) گزرے ہیں۔ جنہوں نے حساب اور الجبرا پر "حساب الجبر و المقابلہ" نامی کتاب میں آٹھ سو کے قریب مثالیں پیش کی ہیں۔ اگرچہ عربی میں یہ کتاب اب نہیں ملتی تاہم یورپ کی یونیورسٹیوں میں سولہویں صدی تک اس کے تراجم نصاب میں شامل رہے ہیں۔ اس کے بعد میں آنے والے ریاضی دانوں مثلاً عمر خیام نے الجبرا کے کئی دقیق سوال اور جیومیٹری کے مسائل حل کر کے دکھائے اور اس کے جاری کردہ تقویم میں ۵۰۰۰ سال میں صرف ایک روز کی غلطی پڑتی ہے۔

الکیمیا:۔

خواص الادویہ، ہیئت، ریاضی کے بعد عربوں نے الکیمیا میں بھی حیرت انگیز سائنسی امور فراہم کئے ہیں۔ تجربات کے میدان میں یونانی طرز تفکر کے برعکس جو زیادہ دھندلے اور قیاسی ہوتے تھے، مسلمانوں نے مشاہدہ اور نفس الامری کا طریق اختیار کیا۔ عرب کیمیا کا باوا آدم جابر ابن حیان (انگریزی۔ گیبر) الرازی کے بعد ازمنہ وسطیٰ کا عظیم ترین ماہر کیمیا تھا۔ کہتے ہیں کہ ان کے استاد حضرت جعفر الصادقؒ اور خالد بن یزید بن معاویہ تھے۔ انہوں نے اپنے تجربات مصری اور یونانی کیمیا گروں کے اس مفروضے پر شروع کئے کہ ٹین، سکہ، لوہا اور تانبہ کو مخصوص آگ دیکر سونا اور چاندی میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اگر وہ "بوٹی" ہاتھ آجائے جو اس میں ڈالی جاتی ہے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے

کہ انہوں نے سائنس کی ترقی کے لئے "تجربات" کرنے کو ضروری قرار دیا۔ مغربی سائنس دان اس کے ایجاد کردہ بیسیوں کیمیاوی مرکبات (کیمیکل کمپونڈز) کے مرہونِ منت ہیں۔ جن کے خواص و فوائد پر ۲۲ کتابیں انہوں نے لکھی تھیں۔ المختصر جابر نے ارسطو کے اس اصول میں خاطر خواہ ترمیم کی ہے کہ مختلف دھاتیں کن کن مفردات سے بنی ہیں۔

علمِ حیاتیات :۔

"سپین کے مسلمانوں نے علم النباتات اور عربوں نے علم الحیوانات میں بڑا وافر حصّہ لیا ہے۔ عربوں نے گھوڑے اور اونٹ کے متعلق اس قدر گہرا مطالعہ کیا ہے کہ اب وہ ایک سائنس کا نام بن گیا ہے۔ ابو عثمان عمرو ابن بحر الجاحظ (۸۶۹ء) کی "کتاب الحیوانات" میں جانوروں کی نفسیات، پرورش اور ارتقاء پر حیرت انگیز خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اسی طرح الضمیری عربوں کا مشہور ترین ماہر علم حیوانات تھا!" (ہسٹری آف دی عربس۔ ڈاکٹر حتّی)

الغرض ڈاکٹر حتّی نے تقریباً تمام رائج علوم و فنون میں قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے کارنامے تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ ان سب کا اقتباس طوالت کے خوف سے درج نہیں کیا جا سکتا۔ نوجوانوں کو چاہیئے کہ مغربی انکشافات و تحقیقات سے مرعوب ہونے سے قبل اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں کا مطالعہ کریں۔

۲۔ طورِ سینا کی خانقاہ

سنہ ۱۹۴۹-۵۲ء کے دوران لائبریری آف کانگریس اور الیگزنڈریا یونیورسٹی امریکہ کی طرف سے سولہ سائنس دانوں اور عالم اشخاص پر مشتمل ایک قافلہ جن کے اراکین کا امریکہ، برطانیہ اور یورپ کے مشہور عالموں سے انتخاب کیا گیا تھا صحرائے عرب کے وسیع و عریض ریگستانوں میں آثارِ قدیمہ اور پرانی توریت و انجیل کی تاریخ دریافت کرنے کے لئے گیا تھا۔ اس عظیم الشان مہم کے نتیجہ میں انہوں نے جو کارنامہ سرانجام دیا وہ کئی ایک کتابوں پر محیط ہے۔ آپ اسی سے اندازہ لگا لیں کہ انہوں نے صرف تین ہزار چار سو پرانے مسودات یا مخطوطات کھود نکالے جو گیارہ مختلف زبانوں میں لکھے گئے تھے۔ پھر انہیں مرتب کیا گیا، مطالعہ کیا گیا۔ انکی ترتیب وار فہرستیں تیار کی گئیں اور پھر مائیکروفلم کر کے محفوظ کر لیا گیا۔ اس قیمتی خزانے سے صدیوں تک اسلام، یہودیت اور عیسائیت کی ابتدائی تعلیم و تاریخ کا مستند مواد مہیا ہو سکتا ہے۔ اس مہم کی سرداری پروفیسر وینڈل فلپس کر رہے تھے۔ اپنی کتاب "قتبان اور سباء" میں انہوں نے قدیم ترین عیسائی خانقاہ "سینٹ کیتھرین" کی زیارت کے حالات بھی لکھے ہیں۔ قارئین کی ضیافتِ طبع کے لئے ایک اقتباس درج ذیل ہے۔ اس سے آپ کو معلوم ہو گا کہ انجیل میں تحریف و تبدّل کرنے کے لئے عیسائی راہب کس قدر ذمہ دار ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :۔

"سینٹ کیتھرین کی خانقاہ کی تعمیر طورِ سینا پر چوتھی صدی عیسوی میں عین اس جگہ شروع کی گئی۔ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خدا تعالیٰ کی تجلّی ظاہر ہوئی اور ایک جھاڑی کو آگ لگ گئی۔ اور نزدیک ہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت موسیٰ

کو دس معجزات (احکامات) عطا کئے گئے۔
خانقاہ کی بنیاد ۳۲۷ء میں ملکہ ہیلینا جو
قسطنطین اعظم کی ماں تھی، نے رکھی تھی۔ اس
خانقاہ کے اندر اور اردگرد پرانے عہد نامہ
کی وہ تمام یادگاریں موجود ہیں جو اسوقت
عیسائیوں کے ہاتھ آئیں۔ مَیں نے اپنے آپکو
بنی اسرائیل کا ایک فرد محسوس کیا اور جب
مَیں ساڑھے تین ہزار سیڑھیوں کو چڑھ کر
طور کی چوٹی پر پہنچا تو مَیں نے سچ مچ یہ سمجھا
کہ دنیا کی سب سے اونچی جگہ پر پہنچ گیا ہوں۔
جنوب کی طرف راس محمد (جزیرہ نمائے
سینا کا کونہ) تھا۔ مشرق میں خلیج عقبہ نظر
آرہی تھی جہاں حضرت سلیمانؑ کے تجارتی
جہاز چلا کرتے تھے۔ شمال میں توریت میں
مذکور زن کی ویرانیاں تھیں اور مغرب
میں فرعون کا ملک مصر تھا جہاں سے بنی اسرائیل
اس کے ظلم سے بھاگ کر یہاں آئے تھے۔
چوٹی پر موسیٰؑ کا معبد اور ایک اسلامی مسجد
موجود ہے۔ پاس ہی وہ غار ہے جہاں حضرت
موسیٰؑ نے چالیس دن اور رات مجاہدہ کیا تھا۔
خانقاہ کے لئے صدیوں تک دنیا کے بڑے
بڑے عیسائی بادشاہ تحائف اور نذرانے
بھیجتے رہے ہیں۔ اس کا نام "سینٹ کیتھرین"
بہت بعد کا نام ہے۔ ملکہ کیتھرین کو جب
شہنشاہ میکسی مائینس II نے عیسائیوں کے
قتل عام کے زمانے میں قتل کروا دیا تو اس کی
نعش غائب ہو گئی اور فرشتوں نے اس کی
لاش کو خانقاہ جبل موسیٰ پر پہنچا دیا۔ بعد میں
عیسائیوں نے اسے حاصل کر لیا اور اس کی
کھوپری اور ہڈیاں جن پر قیمتی لعل و جواہر
جڑے ہوئے ہیں دو چاندی کے بکسوں میں
محفوظ ہیں۔ اس کے بعد سے عیسائی راہب
یکے بعد دیگرے خانقاہ کی حفاظت پر
مامور رہے ہیں۔ ہر ایک راہب کے مرنے کے
بعد اس کی ہڈیاں اور کھوپڑی حفاظت سے
لائبریری کی طرح آراستہ اور محفوظ کر لی گئی
ہے۔ خانقاہ کے اندر پھلدار درخت،
زیتون، انگور کی بیلوں کو دیکھ کر صحرائے
سینا کی گرمی اور ویرانی بھول جاتی ہے۔
سب سے مشہور انسانی ڈھانچہ سینٹ سٹیفانوس
کا ہے جو ۵۸۰ء سے اب تک اس کے اسی
لباس میں کھڑا پہرہ دے رہا ہے .....؟
آجکل یہاں صرف بیس راہب موجود ہیں جن
میں فادر پاکومیئس گزشتہ پچاس سال سے
خدمت بجا لا رہا ہے۔ اور ہمارے جانے
پر اسے معلوم ہوا کہ جنگ عظیم بھی لڑی گئی ہے
خانقاہ کی لائبریری میں ہم روزانہ آٹھ
گھنٹے دو کیمروں کے ساتھ تقریباً پانچ ہزار
صفحے مائیکرو فلم کرتے تھے۔ اسی لائبریری
میں بائیبل کا قدیم ترین نسخہ کوڈیکس سینائی ٹکس

یونانی زبان میں موجود تھا اور آجکل برٹش میوزیم نے ایک لاکھ پونڈ دیکر خرید لیا ہے اس سے پہلے کی بھی ایک بائیبل کا نسخہ "کوڈیکس سیریاکس" نامی موجود ہے جو جھلّی نما کاغذ پر لکھا ہوا ہے جو نامکمل صورت میں ہے اور اس پر چیپیاں لگا کر ردّ و تبدّل کیا گیا ہے۔ اس بائیبل کا ہم نے خاص طور پر کیمیاوی اور ایکس ریز آلات سے معائنہ کیا۔ اس کی جھلّی کے نیچے سیریائی تحریر تھی جو ۵۰۰۶ء میں لکھی گئی اور اس کے نیچے چوتھی صدی عیسوی کی سریانی زبان کی جھلّی تھی۔ اس میں "یوحنا کی انجیل" کا حصہ بڑا قیمتی مسوّدہ ہاتھ آیا۔ اگرچہ کسی اور جگہ بھی بائیبل کے نسخے موجود ہونگے لیکن یہ نسخہ چوتھی صدی عیسوی کا تحریر کردہ سب سے قدیم چیز ہے۔ الغرض ہم نے اس لائبریری کی اچھی طرح چھان بین کی۔ ایک اور مسودہ پروفیسر عطیہ نے مجھے دکھایا جو شاہ یمین کے ایک معاصر نے حضرت مسیح کے حواریوں کے سوانح حیات لکھے تھے۔ الغرض ایسے کئی مسودات نظر سے گذرے جن میں تحریف و تنسیخ اور ردّ و بدل کر کے جھلّیوں کی تہیں چڑھائی گئی تھیں۔ مثلاً ایک بائیبل "کوڈیکس عربیکس" دراصل سریانی زبان میں ہے اور جھلّی کی بہت سی تہوں کے نیچے دب کر رہ گیا۔ عربی ترجمہ معلوم ہوتی ہے۔ یہ مرقس کی انجیل دوسری یا تیسری صدی میں تحریر ہوئی اور شاید سب سے قیمتی مسوّدہ ہے۔"

ملکۂ سباء کا مندر:۔

آثارِ قدیمہ دریافت کرنے والی یہ مہم جب بہزار دقّت ملکۂ سباء کے شہر کو دریافت کرنے کے لئے یمن میں مآرب پر پہنچی تو پروفیسر وینڈل فلپ لکھتے ہیں:۔

"جب صبح کے وقت ہم مآرب کے قلعے میں داخل ہوئے تو ہماری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ہمارے سامنے کم از کم چھ سو سنگِ جراحت کے بنے ہوئے قدیم بُت قطار در قطار رکھے پڑے تھے۔ یہ سب معمولی سی کھدائی پر ملکہ بلقیس کے بتکدے کے مقام سے نکلے تھے اور ریت کی پھیلی ہوئی سطح پر جا بجا پتھروں کے ستون ایستادہ تھے جو باوجود زمین میں دھنسے ہونے کے اب بھی تیس فٹ کی بلندی تک پہنچتے تھے۔ ڈاکٹر جامے نے ایک کتبہ پڑھا کہ مندر کا نام "بہرام علمقہ" ہے اور اس کے اردگرد ایک بڑا شہر جس کے تمام مکانات سفید سنگِ جراحت کے بنے ہوئے تھے پھیلا ہوا تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ایک ریت کے طوفان سے راتوں رات صحرا میں دفن کر دیا گیا۔"....

اس کے بعد ہم نے یہ معلوم کر لیا کہ ملکہ بلقیس سورج کی پرستش کرتی تھی کیونکہ ہمیں مندر کے اندر سے ایک بڑی نازک سی سنگین تختی پر ایک نہایت خوبصورت منقش کندہ سورج

جس کے پاس ایک ہلال بنا ہوا تھا۔ ملا جس کے
نیچے سبائی حروف میں کتبہ لکھا ہوا تھا۔ یہ
خوبصورت آفتاب پچھلے اڑھائی ہزار سال
سے جوں کا توں ہاتھ آیا۔ ہماری اس مہم کے
دوران ہمیں معلوم ہوا کہ ملکہ سبا کی رعایا میانہ
قد، خوش شکل، چھوٹے سیدھے ناکوں والے
(جیسا کہ آجکل یمنی لوگ ہیں) تھے۔ وہ غیر معمولی
ذہانت کے مالک تھے۔ عمدہ معمار اور انجینئرنگ
دماغ رکھتے تھے۔ سنگِ جراحت جیسے نرم
پتھر سے اپنے مکانوں کی کھڑکیاں اور جھروکے
عجیب و غریب ڈیزائنوں سے بناتے تھے۔ اور
چونکہ ان کا شہر ہندوستان اور روم کے
درمیان "ریشم کی شاہراہ" پر واقع تھا اسلئے
آرام طلبی اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے
تھے اور تمام سامی لوگوں کی طرح چاند، سورج
اور زہرا ستارے کی پرستش کرتے تھے۔ اسی
طرح سانڈ کی قربانی اور پرستش کرتے تھے۔
...... الخ"

قرآن کریم نے آج سے چودہ سو سال پیشتر بتا دیا تھا کہ ملکہ
سبا آفتاب پرست تھی لیکن حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر
ہونے کے بعد توحیدِ الٰہی اس کی سمجھ میں آگئی اور وہ توحید پرست
اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی قائل ہوگئی۔ ملکہ سبا (بلقیس)
کا زمانہ تقریباً ساڑھے نو سو سال قبل مسیح ہے۔

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (النمل) قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ
نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (النمل)

"محرم بلقیس" کی کھدائی پر مندرجہ بالا اقتباس بڑا اہم ہے۔
پرانی بستیوں اور تہذیبوں سے صداقت اور صحیح واقعات
ملنے سے اسلام پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات ملتے ہیں۔

۳۔ لفظ ربوہ

ایک مولانا قرآن مجید کا درس فرما رہے ہیں:-
"وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ
اَمْوَالَهُمْ ......"
"صاحبو! مولانا ابوالکلام کے
ترجمان القرآن میں ترجمہ کے متن میں آیت
کَمَثَلِ صَفْوَانٍ ہے.... اور دوسرا
لفظ جس کے لئے ترجمہ میں لایا گیا ہے اس کا
متن "کَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ" ہے...
خیال رہے کہ یہاں لفظ "ربوہ" ان معنوں
میں نہیں جن معنوں میں پاکستان کے اندر
نئی بستی آباد ہوگئی ہے۔ اگرچہ اس بستی
کے بانی نے یہ نام قرآن کی اس آیت سے
ہی لیا ہو" (از درس مولانا ابو یحییٰ ——
امروز یکم فروری ۱۹۶۳ء)

دراصل مولانا کے تحت الشعور میں احمدیت کے مرکز ربوہ کی
مافوق العادت بنیاد اور حیرت انگیز ترقی کے متعلق حسد و
رشک کے جذبات کارفرما ہیں کہ "رَبْوَةٍ" کا لفظ سامنے آتے
ہی مولانا کے دبے ہوئے جذبات ابھر آئے اور ذکر کئے
بغیر نہ رہ سکے حالانکہ اس آیت میں مومنوں کو مالی و جانی قربانی

شاگرد کی ذہانت

(مکرم مولوی محمد یعقوب صاحب فاضل۔ ربوہ)

ماہنامہ "خالد" فروری ۱۹۶۳ء میں "اقتباس و التباس" کے کالم میں "شاگرد کی ذہانت" کے زیر عنوان مولانا چراغ حسن حسرت کی زبان سے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ درج کیا گیا ہے جو "ادب لطیف" سے ماخوذ ہے۔ یہ واقعہ چونکہ ایک دفعہ خود حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ بھی بیان فرما چکے ہیں اور اس میں بعض ایسی تفصیلات ہیں جو حسرت صاحب نے بیان نہیں فرمائیں اسلئے قارئین کی دلچسپی کے لئے حضور کے الفاظ میں ہی اصل واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس سے حضور کی خداداد ذہانت اور قوت فکر پر غیر معمولی روشنی پڑتی ہے حضور فرماتے ہیں:۔

"جب میں لکھنؤ میں پڑھتا تھا تو میرے استاد حکیم صاحب کے پاس مرزا رجب علی بیگ صاحب "فسانۂ عجائب" کے مصنف بھی آیا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے مرزا صاحب کو کہا کہ آپ تو اب بوڑھے ہو گئے ہیں آیئے اپنا "فسانۂ عجائب" ہی مجھے پڑھا دیجئے۔ اس کو انہوں نے منظور فرمایا۔ ہنوز دو ہی صفحے پڑھے تھے کہ اس میں ایک ایسی عبارت آئی جس سے میں تاڑ گیا کہ مرزا رجب علی صاحب شیعہ نہیں ہیں بلکہ سُنی ہیں۔ میں نے انہیں کہا کہ ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ آپ تو سُنی ہیں۔ حیران ہو کر پوچھنے لگے کہ کس طرح۔ میں نے کہا دیکھئے آپ نے اپنی کتاب میں جہاں سُنی علماء کا ذکر کیا ہے اُن کے لئے لفظ "اِدھر" کا استعمال کیا ہے اور جہاں شیعہ علماء کا ذکر کیا ہے اُن کے لئے لفظ "اُدھر" کا استعمال کیا ہے۔ اس اِدھر اور اُدھر سے ظاہر ہو گیا ہے کہ آپ سُنی ہیں شیعہ نہیں ہیں۔ حیران ہو کر کہنے لگے اچھا جانے دو اس بات کو۔ پھر ایک دن میں نے پوچھا کہ فرمایئے آپ نے کس طرح سے فیصلہ کیا تو فرمایا۔ یہ ایک عجیب واقعہ ہے۔ میں لکھنؤ میں نواب سعادت علی خان صاحب کے ہاں ملازم تھا۔ ایک دفعہ کسی ضرورت کے سبب دہلی جانا ہوا تو نواب صاحب نے فرمایا کہ دہلی جاتے ہو شاہ عبدالعزیز صاحب کو بھی دیکھتے آنا کیسے آدمی ہیں۔ میں جب دہلی گیا تو شاہ صاحب کی خدمت میں ایک دن حاضر ہوا مگر کچھ بات کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ دوسرے دن بھی حاضر ہوا مگر اسی طرح چُپ چاپ بیٹھ کر چلا آیا۔ میں ڈرتا تھا کہ ریختہ اُردو بولنے میں غلطی کھاؤں گا اور شرمندہ ہوں گا۔ جب تیسرے دن گیا تو پھر شاہ صاحب نے خود ہی پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے کہا کہ لکھنؤ سے۔ فرمایا وہاں آپ کس جگہ رہتے ہیں؟ میں نے اُس محلہ کا پتہ دیا جہاں پُل کے پاس میں رہتا تھا تو فرمایا ہاں آپ چاندپور سے آتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ نہیں میں چاندپور سے نہیں آیا لکھنؤ سے آیا ہوں۔ پھر فرمایا کس جگہ۔ میں نے پھر وہی پُل والا پتہ دیا تو

فرمایا ہاں میں سمجھ گیا ہوں آپ چاندپور سے آئے ہیں ایسا ہی
میں نے تین دفعہ بتلایا اور تینوں دفعہ انہوں نے کہا کہ
چاندپور۔ میں حیران ہی رہا کہ یہ عجیب آدمی ہیں میں لکھنؤ
کہتا ہوں اور یہ چاندپور ہی کہتے چلے جاتے ہیں۔ اس کے
بعد میں نے اُن سے سوال کیا کہ یہ سنّی شیعہ کا جو جھگڑا ہے
اس کا فیصلہ کیونکر ہے۔ فرمایا کہ تم قرآن شریف پڑھو اسی
سے سب فیصلہ ہو جاتا ہے۔ میں نے عرض کی کہ میں عربی
نہیں جانتا۔ فرمایا ہمارے شاہ رفیع الدین صاحب
نے قرآن شریف کا ترجمہ لفظی کر دیا ہے۔ ہر لفظ کا ترجمہ
اُس کے نیچے لکھ دیا ہے اُس کو پڑھو اور سمجھو سب فیصلہ
معلوم ہو جائے گا۔ جب میں واپس لکھنؤ آیا تو نواب
صاحب سے ذکر آیا۔ وہ نواب تھے، عالی دماغ تھے، انہوں
نے جھٹ تحقیقات شروع کی۔ آخر ثابت ہوا کہ یہاں میں
رہتا تھا وہاں پہلے ایک گاؤں چاندپور نام تھا۔ نواب نے
مجھے بہت ہی نادم کیا کہ تم لکھنؤ کی ناک کاٹ آئے تمہیں اپنے
گھر کی بھی خبر نہیں اور شاہ صاحب پر اعتراض کرنے لگے۔
میں بہت شرمندہ ہوا تب مجھے خیال آیا کہ اُن کی ایک بات
تو سچی نکلی آؤ دوسری کو بھی آزمائیں۔ قرآن شریف لیکر پڑھنے
لگا اُس سے مجھے سمجھ آگیا کہ حق کس طرف ہے۔"

(بدر ۶ اپریل ۱۹۱۲ء صفحہ ۹)

اس ضمن میں یہ ذکر کر دینا بھی دلچسپی سے خالی نہ
ہوگا کہ حضرت خلیفۃ اوّل رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ:۔

"نظم سے تو نہیں مگر کسی مصنف کی نثر کا
ایک ورق پڑھ کر اُس کے حالات معلوم
کر جاتا ہوں کہ اُس کا مذہب کیا ہے۔
بیوی، بچوں، دوستوں، دشمنوں سے اُسکے
تعلقات کیا ہیں۔ ایک مصنف سے میں
نے کہا تم سنّی ہو۔ اُس نے کہا آج تک
نہ شیعہ نے مجھے سنّی سمجھا اور نہ سنّیوں نے
آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ میں نے کہا یہ بھی
ایک علم ہے۔" (اخبار بدر مورخہ ۲۲ جولائی
۱۹۰۹ء صفحہ ۳)

حضور نے ۵ اگست ۱۹۱۳ء کے خطبہ جمعہ میں بھی اس
واقعہ کا اختصاراً ذکر فرمایا اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب
کے اس جواب کا ذکر کرتے ہوئے کہ

"قرآن پڑھو۔ حق ظاہر ہوگا" اور یہ
کہ ہمارے بھائی رفیع الدین نے ترجمۂ
لفظی لکھ دیا ہے اگر کچھ شبہ ہو تو
کسی مذہب کے عالم سے صرف اس
لفظ کا ترجمہ پوچھ لو پھر مذہب حقیقی کا پتہ
لگ جائے گا۔" حضور نے فرمایا:۔
"بس وہ سبق تو فسانہ عجائب کے دوسرے
صفحہ تک رہ گیا اور ہمیں قرآن شریف
کی بڑی محبت ہو گئی۔"

(الفضل ۲۰ اگست ۱۳ء صفحہ ۱۵)

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ حضور نے فسانہ عجائب کے صرف
دو صفحے مرزا رجب علی بیگ صاحب سے پڑھے تھے اسکے بعد خدا تعالیٰ
نے آپ کی توجہ قرآن کریم کی طرف پھیر دی اور "فسانہ عجائب"
کی بجائے آپ "خزائن عجائب" کے گرویدہ ہو گئے۔

ناقابلِ فراموش

(مکرم محمدؐ اسمٰعیل صاحب منیر)

۲۰ راگست ۱۹۶۲ء کو سوموار کا دن تھا جزیرہ ماریشس کے شمالی ساحل پر ایک ویران سے سمندر کے کنارے اچانک کاروں میں چند نوجوان آنکلے انہوں نے جگہ کا انتخاب کیا اور خیمے لگانے شروع کر دیئے۔

ادھر شام ہوئی تو معلوم ہوا کہ نوجوانوں کی تعداد ۶۵ تک پہنچ چکی ہے جنہوں نے طارق، خالد، عمر، بلال، نور، بطوطہ اور ناظر نامی خیمے لگا کر ایک ہفتہ کے لئے وہاں ڈیرے ڈال دیئے ہیں۔ درمیان میں سرسبز گراسی پلاٹ کو اسمبلی ہال اور مسجد کے لئے انتخاب کیا گیا جس کے عین کعبہ کی طرف عَلَمِ احمدیت سمندر کی طرف سے آنے والی تیز ہوا کے جھونکوں میں شان سے لہرا رہا تھا اور داخلے والی طرف پر "خدام الاحمدیہ" سے مرصّع دروازہ لگا ہوا تھا جو ہر راہرو کو دعوتِ فکر دے رہا تھا۔

یہی وہ تربیتی کیمپ تھا جو خدام الاحمدیہ ماریشس نے میری واپسی سے ایک دن پہلے ختم کیا اور تنظیم، ڈسپلن، اطاعت، محنت، ایثار، ہمدردی کا ایسا شاندار نمونہ قائم کیا جس کی وجہ سے اس واقعہ کو ناقابلِ فراموش کا نام دینا بے جا نہ ہوگا۔ جونہی بلال کے خدام نے باوجود سخت سردی کے صبح سویرے اٹھ کر اذان بلند کی باقی خیموں کے کپتانوں نے اپنے ساتھیوں کو بیدار کیا اور وقت مقررہ سے پہلے نماز باجماعت کیلئے پروانوں کی طرح جمع ہوگئے۔ اس نظارہ نے اطاعت "خالدؓ" کی یاد تازہ کر دی۔ کہ ایک طرف سردی، پرانی عادات، پانی کی مشکلات، اندھیرا سب ابلیس کے ایجنٹ تھے اور بغاوت پر ترغیب دے رہے تھے مگر پھر بھی اذانِ بلالی نے روحِ بلالی سب میں پھونک دی۔ "بلال" خیمے والوں کا یہ ذوق و شوق ہی تھا جو اُن کو آخر میں دوم نمبر پر لے آیا اور خالد والے اطاعت کی وجہ سے ہر میدان میں جیت گئے اور اول نمبر پانا ان کے حصّہ میں ہی آیا۔

پھر ربوہ کے اجتماع سے مختلف وہاں خدام کو کھانے پکانے اور برتن صاف رکھنے کا کام خود ہی کرنا پڑتا تھا۔ حتیٰ کہ سوکھا ایندھن بھی جنگل سے تلاش کر کے لانا پڑتا تھا۔ "بطوطہ" والے خوش تھے کہ ان کی "سیاحت" چولھے کے کام ہی آرہی ہے تاہم "طارق" کی روح سب کاموں میں غالب رہی کہ ہر کام میں نئے میدانوں اور نئی چٹانوں کو سر کیا جاتا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہر کس و ناکس کو کھانا اس کی مرضی کے مطابق بغیر کسی دقّت کے مل رہا تھا حتیٰ کہ ایک ہندو دوست جو کو "فرامع الصدّقین"

پر عمل کرتے گئے ہیں۔/. اور پھر دیکھو ہمارے کیمپ میں شامل ہوا۔ اس کو اس کی مرضی کا کھانا بھی ملتا رہا جس نے اس کے ذوق و شوق کو آخر تک قائم رکھا بلکہ بڑھایا

"عمر" خیمے والے بھی بہت شاداں و فرحاں تھے کہ حضرت عمرؓ کی مثالی تنظیم اور ڈسپلن کی یاد کو تازہ کیا جا رہا ہے۔ کیمپ کا ۲۴ گھنٹے کا ٹائپ شدہ پروگرام اسمبلی ہال میں لگا دیا گیا جس کے مطابق عین وقت پر نمازیں اور درس الحدیث ہوتا رہا۔ ناشتہ، کھانا اور کھیلوں کے علاوہ تعلیمی و دینی مقابلوں کا وقت بھی وقت کا پابند ہی رہا۔ اور ایسے کیمپوں میں جہاں مختلف طبقات اور مختلف طبائع کے نوجوان جمع ہوں ایک بھی بد انتظامی کا واقعہ نہ ہونا واقعی قابلِ داد تھا۔ کھانے کی تقسیم دیکھو یا پی ٹی کے وقت دیکھو یا ایسے ہی اسمبلی کی سیٹی بجتے ہی سارے خدام ایک تنظیم کے مطابق کام کرتے نظر آتے تھے اور یہ چیز ہر غیر کو متاثر کر رہی تھی۔ یقیناً ایسی مثالی تنظیم اور ڈسپلن کا اثر تھا کہ ایک بوڑھا غیر احمدی جب اپنے تین نواسوں کو لیکر کیمپ دیکھنے آیا تو اس کے دل نے مجبور کر دیا کہ گھر کے عیش و آرام کے پلنگ کو چھوڑ کر وہاں کے گھاس پھوس کو ہی تین چار راتوں کے لئے بستر بنالے۔ یہی حال ہر زائر کے دل کا تھا اور آخری دن تو کسی کا بھی جانے کو دل نہ چاہتا تھا۔ ہر ایک چاہتا تھا کہ حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کی طرح بھیرہ (اپنے گھر) کو چھوڑ کر قادیان (احمدیہ کیمپ) کو ہی مستقل گھر بنالے۔ یہ حال معلوم کرکے "نور" خیمے والے خوش تھے کہ انہوں نے ۔۔۔۔

۔۔۔ دین کے لئے محبت اور قربانی کی روح اپنے نیک نمونہ سے سب کے اندر پیدا کر دی ہے اور یہی مقصد تھا جس کے لئے ان کے خیمہ کا نام "نور" رکھا گیا تھا۔

خدام الاحمدیہ ماریشس کے اس دوسرے مثالی کیمپ نے پہلے کی نسبت کئی ایک رنگ میں نمایاں ترقی کی مثلاً

۱۔ ۱۹۶۱ء کے پہلے کیمپ میں ۳۶ حاضرین تھے۔ اب ۶۷ مستقل حاضرین اور بہت سے غیر مستقل جو ایک دو دن کے لئے وہاں ٹھہرے تھے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایک درجن سے زائد غیر از جماعت نوجوان بھی تھے جو خدام کی طرح دس دس روپے فیس ادا کر کے محض اچھی تربیت کی خاطر آئے تھے اور خوش ہو کر گئے کہ انہوں نے احمدیوں سے بہت کچھ سیکھا ہے اور دیکھا بھی ہے۔ یہاں تک کہ وہ نماز باجماعت میں بلا ناغہ اور باقاعدہ حاضر ہوتے رہے۔ علاوہ ازیں چند اطفال نے بھی غیر معمولی ہمت کا نمونہ دکھایا جن کی عمریں دس سال کی ہوں گی۔

۲۔ درس الحدیث ہر صبح کو نماز فجر کے بعد باقاعدگی سے ہوتا رہا اور جو کچھ سنا جاتا رہا اس پر عمل پیرا بھی ہوتے رہے۔ مثلاً حدیث "کسی مومن کے دو دن برابر ہوں تو وہ گھاٹے میں ہے" کے مطابق صحتِ جسمانی، علمی، اخلاقی، روحانی وغیرہ ہر رنگ میں ترقی کرنے کی کوشش کی جاتی رہی یہاں تک کہ کھانے کا معیار بھی ہر روز بلند ہوتا رہا۔ ہر زائر ہمارے شاندار انتظام کو دیکھ کر متاثر ہوتا اور وہ تحائف بھجواتا۔ یہاں تک کہ ایک خاندان والے

اپنے بچوں کے عقیقہ کے تین بکرے لیکر وہاں حاضر ہو گئے۔ آخری دن تو اتنے تحائف آئے کہ زائرین کو بھی خوب کھلایا۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ ہر خادم یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ واپسی پر زیادہ وزن لیکر گھر لوٹ رہا ہے۔

۳۔ علمی مقابلوں میں تلاوت قرآن مجید، نظم، تقاریر کے علاوہ دینی و علمی سوال و جواب کی محفلیں بہت اثر انداز تھیں۔ ایک انگریز سول انجنیر نے "پانی" ایک مسلمان ڈاکٹر نے "دانت" کے موضوع پر آکر دلچسپ تقاریر کیں۔ گورنمنٹ کے محکمہ اطلاعات وغیرہ نے انگلستان، پاکستان، مارشس اور کشمیر کے نظارے فلموں کے ذریعہ سے پیش کئے۔ زائرین کو زبانی تبلیغ کے علاوہ لٹریچر بھی پیش کرنے کا موقع ملا۔

۴۔ کھیلوں کے مقابلوں میں فٹ بال، والی بال، تیراکی، دوڑ کے علاوہ اس دفعہ کراس کنٹری دوڑ، روک دوڑ بھی شامل تھیں جنہوں نے حاضرین کیمپ کو زائرین کو خوش کرنے کا موقع دیا۔

۵۔ سب سے دلچسپ مقابلہ ہر روز ہوتا تھا جو "معائنہ کیمپ" کہلاتا تھا۔ روزانہ صبح دس بجے تین جج صاحبان ہر کیمپ کو مع حاضرین معائنہ کرتے تھے۔ کپڑوں، بستر اور بدن کی ظاہری صفائی کے علاوہ کیمپ کی آرائش کو بھی دیکھا جاتا تھا اور یہ کہ انہوں نے علم اور اطاعت میں کہاں تک ترقی کی ہے۔ اس مقابلہ میں ہر کیمپ والے کو شائق رہتے تھے کہ وہ ہر روز کوئی نئی چیز بنائیں۔ کوئی لائبریری بنا رہا ہے تو کوئی اپنے نام "نور" کو واضح کرتے کے "روشنی کا مینار" کیمپ کے سامنے بنا رہا ہے۔ کوئی اور اپنا "ماٹو" کسی طرح نمایاں کر رہا ہے۔ عام گھریلو ضروریات کو جنگل کی لکڑی اور سمندر کی ریت کے ذریعہ سے پورا کرنیکی بہترین مثالیں بھی پیش کی گئیں۔ ایک دن ہم نے اپنے ہمسایہ کیمپ والوں کو جن میں گورنمنٹ رائل کالج کے دو پروفیسر بھی تھے دعوت معائنہ دی۔ انہوں نے دو گھنٹے تک سب خیموں کا معائنہ کیا مگر فیصلہ نہ کر سکے کہ کونسا اوّل آسکتا ہے۔ ان کو دوبارہ اس مقصد کے لئے جانا پڑا اور وہ بہت ہی خوش ہوئے کہ خدام الاحمدیہ کس طرح نوجوانوں کو ملت و ملک کے لئے مفید بنانے میں مصروف عمل ہے۔

۶۔ کیمپ کے چھٹے دن خدام الاحمدیہ مارشس کا وہاں سالانہ اجتماع تھا جس میں شامل ہونے کیلئے مارشس خدام الاحمدیہ کی چھ برانچوں سے مزید کافی خدام آئے۔ اطفال اور انصار اور ممبرات لجنہ بھی تھیں۔ اس دن علمی اور کھیلوں کے مقابلے بہت ہی دلچسپ ہوئے۔ کھانے اور نمازوں کا بھی عجیب ہی لطف تھا۔ کھیلوں میں ۲۰۰ گز دوڑ، روک دوڑ، کراس کنٹری دوڑ، چھلانگیں مختلف قسم کی، تین ٹانگ کی دوڑ، Sack دوڑ، تیراکی، والی بال وغیرہ کے مقابلے زائرین نے نہایت شوق سے نہ صرف دیکھے بلکہ ان میں خوب حصہ لیا۔

ہمسایہ کیمپ میں سے رائل کالج کے متعدد طلبہ نے بھی حصہ لیا اور انعامات جیتنے والوں میں اُن کے نام بھی تھے۔

کھانا پُرتکلف تھا۔ زائرین نے تحائف سے ہمارے سٹور کیمپ کو بھر دیا تھا۔ دوپہر کے وقت کلوا جمیعاً و اشتاتاً کا نظارہ نظر آ رہا تھا۔ نماز ظہر و عصر باجماعت ہونے کے بعد علمی مجلس کا افتتاح ہوا۔ ہر کیمپ میں سے ایک ایک نمائندہ نے تلاوتِ قرآن مجید، نظم اور تقریری مقابلوں میں حصہ لیا اور ہر ایک نے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کی۔

تقسیم انعامات سے قبل مجلس خدام الاحمدیہ ماریشس اور احمدیہ لٹریری سرکل کی طرف سے رخصت ہونے والے مبلغ سلسلہ کی خدمت میں الوداعی ایڈریس پڑھے گئے۔ دل سے نکلی ہوئی صدا نے سب آنکھوں کو چند لمحوں کے لئے پُرنم کر دیا۔ اور احمدیت کی گرانقدر نعمت کا احساس ہوا جس کی بدولت اسلامی اخوت کا بہترین منظر وہاں دیکھنے میں آیا۔

پھر انعامات تقسیم ہوئے جو اکثر سبحان بداء رز کے عطیہ جات پر مشتمل تھے۔ دوسرے احباب نے بھی اس کارِ خیر میں مدد فرمائی اور یہ وقت سب کی خوشی کا باعث بنا۔ کیمپ کے وارڈن کی طرف سے آنے والے معزز مہمانوں کی خدمت میں چائے وغیرہ پیش کی گئی اور رات کو کافی دیر تک مہمان رخصت ہوتے رہے اور صبح نماز فجر اور ناشتہ کے بعد کیمپ والے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے رخصت ہوئے اور یوں ماریشس کے خدام کے دوسرے مثالی کیمپ کا خاتمہ بالخیر ہوا +

وحدت میں تری شان جُدا دیکھ رہا ہوں

(عبد اللطیف ظاہر)

فرقت میں محبت کا مزا دیکھ رہا ہوں
ناکردہ گناہوں کی سزا دیکھ رہا ہوں

کس کس سے کروں انکی جفاؤں کا میں شکوہ
بگڑی ہوئی دُنیا کی فضا دیکھ رہا ہوں

چاہوں تو اگر شیشۂ دل توڑ کے رکھ دوں
اے عشق تری اس میں فنا دیکھ رہا ہوں

ہر کام میں ہر بات میں میں مُہر بہ لب ہوں
اُس قادرِ مطلق کی رضا دیکھ رہا ہوں

مرحبا یہ تجھے دیکھ کے کہتا ہوں زباں سے
وحدت میں تری شان جدا دیکھ رہا ہوں

مجالس کی خبریں

مجالس خدام الاحمدیہ کا

ضلعوار اور علاقائی نظام

مجالس خدام الاحمدیہ سارے پاکستان میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ایک جگہ سے بیٹھ کر تمام مجالس کی نگرانی مشکل ہوتی ہے۔ اس کام میں سہولت پیدا کرنے کے لئے مرکز کی طرف سے ضلعوار اور علاقائی قائدین ہوتے ہیں جن کا تقرر ہر سال کے شروع میں صدر مجلس کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ چنانچہ امسال بھی نومبر اور دسمبر ۶۲ء میں بیشتر مقامات پر قائدین اضلاع و علاقائی مقرر کر دئے گئے تھے۔ صرف چند اضلاع باقی تھے ان میں جنوری ۶۳ء میں نامزدگی کر دی گئی۔

قائدین اضلاع و علاقائی دراصل مرکز کے نمائندے ہوتے ہیں جو ایک محدود حلقے میں مجالس کا قیام اور قائم شدہ مجالس کی نگرانی کرتے ہیں۔ ان کا کام مجالس کو ان کے فرائض سے آگاہ کرتے رہنا رپورٹیں بھجوانے میں باقاعدگی پیدا کرنا عہدیداران مقامی کی عام اخلاقی اور روحانی ترقی کے لئے کوشش اور تحریک و تلقین کرتے رہنا ہے۔

ماہ جنوری ۶۳ء کی ضلعوار و علاقائی کارگزاری کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ اس نقشہ میں صرف ان قیادتوں کا ذکر ہے جن کی طرف سے ۲۰ر فروری ۶۳ء تک رپورٹیں موصول ہوئی ہیں۔ بعد میں آنے والی رپورٹوں کا اس میں ذکر نہیں۔ کیا ہی اچھا ہو اگر جملہ قائدین اضلاع و علاقائی اپنی مساعی سے زیادہ سے زیادہ ہر ماہ کی ۱۵ تاریخ تک مرکز کو مطلع فرما دیا کریں۔ اس سے رپورٹ مرتب کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔

ضلع سرگودھا:- قائد ضلع رانا محمد خاں صاحب ہیں۔ ماہ جنوری ۶۳ء میں سولہ مجالس کے دورے کرائے جن کے نام یہ ہیں۔ بھالاں امید علی ورک۔ روڈہ۔ کوٹ مومن سلانوالی۔ چک ۹۷ شمالی۔ چک ۸۶ شمالی۔ چک منگلا۔ چک ۱۵۲ شمالی۔ چک ۱۳ جنوبی۔ چک ۸۱ جنوبی۔ چک ۳۳ جنوبی۔ چک ۸۶ جنوبی۔ چک ۳۵ جنوبی۔ شاہ پور صدر۔ خوشاب۔ سرگودھا۔ ان تمام مجالس کے قائدین کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلائی۔ اور روحانیت اور اخلاق فاضلہ میں ترقی کرنے کی تلقین کی گئی ان دوروں کے علاوہ متعدد مجالس کے عہدیداران سے انفرادی ملاقاتیں بھی کی گئیں۔ اس عرصہ میں ۶۲ خطوط لکھے گئے۔

ضلع ملتان:- چودھری عبدالحفیظ صاحب ایڈووکیٹ قائد ضلع حال ہی میں مقرر ہوئے ہیں۔ انہوں نے مجالس کے دورے شروع کر دئے ہیں۔ تفصیلی رپورٹ آئندہ ماہ آئے گی۔

ضلع سکھر:- شیخ عبدالماجد صاحب قائد ضلع ہیں۔ مجالس سکھر۔ روہڑی اور شکارپور کا دورہ کیا۔

کام کے بارہ میں ہدایات دیں۔ مجلس اطفال کی خاص تربیت اور انہیں امتحانات میں شامل ہونے کے لئے تیاری کرانے کی تاکید کی گئی۔

ضلع بہاولپور:۔ مجلس چک ۲۳ D.N.B کا دورہ کیا گیا۔ کام کے بارہ میں ہدایات دیں۔ نیز خدمتِ خلق کے طور پر مستحق افراد میں ادویات تقسیم کی گئیں۔

ضلع سیالکوٹ:۔ خواجہ حمید اسلم صاحب ایڈووکیٹ قائد ہیں۔ گذشتہ ماہ میں کوئی کام نہیں کیا جس کے لئے معذرت خواہ ہیں آئندہ باقاعدگی سے کام کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

ضلع گجرات:۔ سید شریف احمد صاحب قائد ہیں۔ مجالس کڑیانوالہ۔ لالہ موسیٰ۔ تہال۔ عالمگڑھ کے انتخابات کرائے۔ مجلس گجرات کو بیدار کرنے کی کوشش کی گئی۔ انہیں رپورٹ باقاعدہ بھجوانے۔ بجٹ بھجوانے اور اپنا نیک نمونہ پیش کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی۔ چندہ جات کی وصولی اور رسالہ جات کی توسیع اشاعت کے بارہ میں ہدایات دی گئیں۔ اطفال کی تربیت کی طرف خاص توجہ کرنے کی ہدایت کی گئی۔

ضلع لاڑکانہ ماہوار سہ روزہ تربیتی کلاس ہوئی جس میں خدام اور عہدیداران کو ضروری ہدایات دی گئیں نصاب میں قرآن کریم کا دور کرنا اور اس کا ترجمہ سیکھنا ضروری ہے۔ آخری پارہ کی آخری سورتیں زبانی یاد کرنا۔ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مطالعہ وغیرہ امور شامل ہیں۔

ضلع گوجرانوالہ:۔ مجالس مانگٹ اونچے۔ کھیلوکی۔ تلونڈی کھجوروالی۔ نوئیکے۔ دیوانوالی۔ گجو چک کا دورہ کیا گیا اور مجالس کو بیداری کے سلسلہ میں ہدایات دی گئیں۔ موضع جھیل جہاں جلسہ کے موقعہ پر بس کا حادثہ ہوا تھا۔ وہاں خود جاکر اہلِ دیہہ کا شکریہ ادا کیا گیا۔ مجلس گوجرانوالہ میں مقامی طور پر قائد کا انتخاب کرایا اور مجلس عاملہ مقرر کرائی نائب قائدین کو ضروری ہدایات دیں۔

علاقہ آزاد کشمیر:۔ ٹھل کالونی۔ منگلا۔ نگیال دیتال۔ ڈوہایال۔ ہل کی مجالس کے دورے کئے۔ عہدیداران کو ضروری ہدایات دیں۔ اور طریق کار سے آگاہ کیا۔ منگلا اور نگیال دیتال کی مجالس کے قائدین کے دوسری جگہ چلے جانے کی وجہ سے موزوں خدام کی تعیین کرکے مرکز سے ان کے لئے بطور قائد منظوری حاصل کی گئی۔ باغ اور پریم کوٹ کے علاقوں میں مجالس قائم کی گئیں۔ ہر ماہ کے اوائل میں مجالس کو رپورٹ بھجوانے کی تاکید کی گئی۔

سرگودہا ڈویژن:۔ رانا منظور احمد صاحب قائد علاقہ ہیں مجالس سرگودہا اور چک ۱۸ جنوبی کا دورہ کیا۔ قائدین سے ملاقات کرکے ضروری ہدایات دی گئیں۔ مجلس لائل پور نے علم انعامی حاصل کرنے کی خوشی میں ایک تقریب پیدا کی جس میں قائد ضلع سرگودہا کو بھی مدعو کیا گیا ڈویژن بھر کے نگران صاحبان حلقہ جات سے رابطہ قائم کیا جا رہا ہے۔

ضلع راولپنڈی:۔ مکرم چوہدری مبارک احمد صاحب قائد ضلع ہیں۔ مجالس خدام الاحمدیہ واہ کینٹ گوجرخان اور پنڈ بیگوال کا دورہ کیا۔ قائدین کو مندرجہ ذیل امور کے بارہ میں ہدایات دی گئیں:۔

۱۔ مرکز میں ہر ماہ کی پندرہ تاریخ تک رپورٹ بھجوانے کی تاکید کی گئی۔

۲- عہدیداران مجالس کے لئے ضروری قرار دیا گیا کہ وہ نماز باجماعت۔ تلاوت قرآن کریم۔ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بلاناغہ پڑھا کریں۔ نیز نماز تہجد کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی گئی۔

۳- رمضان المبارک میں خاص طور پر مذکورہ بالا امور پر زور دینے کی تاکید کی گئی۔

مجالس راولپنڈی اور واہ کینٹ کے جملہ عہدیداران کو اپنا اعلیٰ اخلاقی نمونہ پیش کرنے کے لئے تاکید کی گئی۔ مرکز سے آمدہ خطوط کی تعمیل کے لئے جملہ مجالس کو بذریعہ خطوط ہدایت دی گئی۔ اسی طرح ہفتہ بقایا جات ہٹانے کے بارہ میں جملہ مجالس کو تفصیلی ہدایات دی گئیں۔

ضلع نوابشاہ:- قائد ضلع مکرم محمد یوسف صاحب ہیں۔ جنہوں نے گذشتہ ماہ ہی کام شروع کیا ہے۔ اس حصہ میں مجالس باندھی۔ جمال پور اور دریا خاں مری کا دورہ کیا۔ قائدین کو کام کے بارہ میں تفصیلی ہدایات دیں۔ قائد علاقائی سے مل کر ضلع نوابشاہ کی مجالس کے بارہ میں تبادلہ خیالات کیا۔

ضلع خیرپور:- جملہ مجالس کو مرکزی خطوط کا بروقت جواب دینے کے لئے تاکیدی خطوط لکھے گئے۔ نیز رمضان میں نماز باجماعت ادا کرنے روزے رکھنے اور تراویح کا انتظام کرنے کے لئے تحریک کی گئی۔

ضلع لاہور:- سید حضرت اللہ پاشا صاحب قائد ضلع ہیں چھ مجالس کا دورہ کیا .... ۲۱۵ میل کا سفر کیا۔ مجالس کو قرآن کریم کی کلاسیں جاری کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اطفال کی تربیت پر زور دینے کے لئے تاکید کی گئی۔ پانڈو۔ ہڈیارہ اور شمس آباد میں مجالس اطفال کے قیام کی کوشش کی گئی۔ علاقائی میٹنگ میں شرکت کی۔

راولپنڈی ڈویژن:- چوہدری مبارک احمد صاحب قائد راولپنڈی ڈویژن مقرر ہوئے ہیں۔ قائد صاحب ضلع کیمبلپور کو ان کی مجالس کے بارہ میں ضروری معلومات مہیا کی گئیں۔ گجرات میں قائدین اضلاع کی میٹنگ کے لئے انتظامات کئے گئے۔ مجلس کھوکھر غربی کے بارہ میں ضروری معلومات مرکز میں بھجوا کر اصلاح کی درخواست کی گئی۔ ضلع جہلم میں مجالس کے قیام اور استحکام کے سلسلہ میں کوشش کی گئی۔ مجالس ڈویژن سے کام کرنے کی اپیل کی گئی۔ اور نئے قائد علاقائی کا تعارف کرایا گیا۔ علاقائی اجتماع کے اخراجات کیلئے رقوم کی ضلعوار تعیین کی گئی۔ مجلس واہ کینٹ کا دورہ کیا۔

ضلع لائل پور:- رانا منظور احمد صاحب قائد ضلع لائل پور ہیں۔ انہوں نے اس عرصہ میں خود اور اپنے نائبین کے ذریعہ ۴۳ مجالس کا دورہ کروایا۔ قائدین کو مجلس کے جملہ شعبوں کے پروگرام کے مطابق عمل کرنے کی ہدایت کی۔ خصوصاً نماز باجماعت کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی اطفال کی تربیت پر زور دیا۔ چندہ جات کی وصولی اور ترسیل کے لئے تاکید کی گئی۔ اور عام ہدایات دیں۔ دوران ماہ میں ۴۳ خطوط لکھے جن میں سے ۲۷ خطوط مجالس کو لکھے گئے۔ اور ۷ خطوط مرکز میں لکھے گئے۔ قیادت ضلع کے ہفتہ واری اجلاس باقاعدہ ہوتے۔ علم انعامی حاصل کرنے کی خوشی میں مجلس لائل پور نے ایک تقریب منعقد کی تھی جس میں

مقامی عہدیداران کے علاوہ بعض دوسری مجالس کے قائدین بھی مدعو تھے۔ اس موقعہ پر ضرورت کے مطابق ہدایات دی گئیں۔

ضلع جہلم:- ماسٹر محمد احمد صاحب قائد ضلع ہیں۔ قائدین اضلاع کی میٹنگ میں شمولیت کی گئی۔ قائدین مجالس ضلع جہلم کی ایک میٹنگ جہلم میں بلا کر انہیں ضروری ہدایات دیں۔ سائقین کے نظام کو مضبوط کرنے کے لئے مجلس جہلم میں کام شروع کروا دیا گیا ہے۔ اطفال کی تربیت اور ان کی تنظیم کی طرف توجہ دی جا رہی ہے۔ منگلا ڈیم کی مجلس میں لائبریری قائم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ تربیتی کلاس ضلع جہلم اور سالانہ اجتماع راولپنڈی ڈویژن کو کامیاب بنانے کے لئے ضروری تجاویز تیار کی گئیں۔

پشاور و ڈیرہ اسمٰعیل خاں ڈویژن:- جمعدار عبد الخالق صاحب قائد ہیں۔ قائد صاحب ضلع پشاور کو کام کے بارہ میں ہدایات دیں۔ مجالس شیخ محمدی اور چینی پایاں کا دورہ کیا۔ آئندہ مہینہ میں ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے دورہ کا پروگرام ہے۔

ضلع منٹگمری:- مکرم ماسٹر عبد السلام صاحب ظافر قائد ضلع ہیں۔ آٹھ مجالس کو ان کے بقایا جات کی تفصیل بھجوا کر انہیں بقایا کی وصولی کے لئے ہفتہ وصولی منانے کی تاکید کی گئی۔ مجالس اطفال کو مضبوط کرنے اور اطفال کی صحیح اسلامی رنگ میں تربیت کے لئے کہا گیا۔ مجالس کو رمضان کی برکات سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی طرف توجہ دلائی گئی۔

ملتان ڈویژن:- ڈاکٹر خلیل الرحمٰن صاحب قائد علاقائی ہیں۔ مجلس پیراں غائب پاور سٹیشن کا معائنہ کیا گیا۔ خدام خاصے بیدار اور مستعد پائے گئے۔ پیغام حق پہنچانے کا بہت شوق رکھتے ہیں۔ انہیں مرکز سے کتب منگوا کر لائبریری قائم کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی۔

مجلسِ مرکزیہ کے اعلانات

اطفال الاحمدیہ کا علمِ انعامی

مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے مجالس اطفال الاحمدیہ میں مسابقت الی الخیر کی روح بیدار کرنے کے لئے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ۱۹۶۳ء سے اطفال کے لئے بھی ایک علیحدہ علم انعامی کا اجراء کیا جائے جو خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع پر مجالس اطفال الاحمدیہ میں سے بہترین کام کرنیوالی مجلس کو دیا جایا کریگا۔ امید ہے جملہ مربیان و ناظمین اطفال اپنی اپنی مجلس کو اس علم انعامی کا حقدار ثابت کرنے کے لئے بھرپور کوشش فرمائیں گے۔

اطفال کے مقابلہ کے امتحانات

اسی طرح اطفال الاحمدیہ کی تنظیم و تربیت میں بہتری پیدا کرنے کی خاطر شعبہ اطفال الاحمدیہ مرکزیہ نے ایک دوسالہ پروگرام تجویز کیا ہے جس کے مطابق درجہ بدرجہ مندرجہ ذیل چار مختلف معیاروں کے امتحانات لئے جائیں گے:- (۱) ستارہ اطفال (۲) ہلال اطفال (۳) قمر اطفال (۴) بدر اطفال — پہلے امتحان کے کورس اور تاریخ کا اعلان "الفضل" اور "تشحیذ" میں ہو چکا ہے۔ دوسرا امتحان ۱۱ ستمبر ۶۳ء تیسرا ۲۱ اپریل ۶۴ء اور چوتھا ۱۱ ستمبر ۶۴ء کو ہوگا — بچوں اور مجالس میں مسابقت پیدا کرنے کے لئے یہ اعلان بھی کیا جا رہا ہے کہ جو بچے ان چار امتحانوں میں کامیابی حاصل کریں گے اور آخری امتحان میں اول و دوم و سوم کی پوزیشن حاصل کریں گے انکو شعبہ ہذا کی طرف سے انعامات دئیے جائیں گے اور اسی طرح جو مجالس اپنی تعداد اراکین کی نسبت سے زیادہ سے زیادہ اطفال آخری امتحان "بدر اطفال" میں کامیاب کروائیں گے انکو بھی خاص سرٹیفکیٹ دئیے جائیں گے۔ مگر یاد رہے کہ بدر اطفال کا نشان حاصل کرنے کے لئے پہلے تین امتحانوں میں کامیابی حاصل کرنی ضروری ہوگی۔

(مہتمم اطفال الاحمدیہ مرکزیہ)

الفردوس کلاتھ مرچنٹ

انار کلی میں

ہر قسم کے لیڈیز کپڑے کے لئے!

آپ کی اپنی دکان ہے

پہلے سے بھی زیادہ آپکے تعاون کی ضرورت ہے

الفردوس ۸۵ انار کلی لاہور

دکان ٹیلیفون نمبر ۲۵۱۰ + رہائش گاہ ٹیلیفون نمبر ۲۵۱۰/۹

احمدیوں کی کپڑے کی مشہور دکان

ملتان کلاتھ ہاؤس

چوک بازار ملتان شہر،

اگر آپکو بہترین قسم کے ملبوسات خریدنے ہوں تو آپ اپنی دکان پر تشریف لائیں۔ یہاں آپکو ریشمی گرم اور سوتی کپڑوں کے علاوہ سلمہ ستارہ کے سوٹ۔ زری کمخواب اور اعلیٰ قسم کی ساڑھیاں شالیں ہمہ قسم کی ہر وقت دستیاب ہو سکتی ہیں۔

میسرز ملتان کلاتھ ہاؤس رجسٹرڈ چوک بازار ملتان

مالکان:۔ چوہدری عبدالرحمٰن عبدالرحیم احمد

ہر قسم کا

کاغذ گتہ اور بورڈ

ارزاں نرخوں پر خریدنے کے لئے

(اپنی مشہور دکان)

پیپر کارنر

واقعہ گنپت روڈ لاہور پر تشریف لاویں

ہر قسم کے سامان بجلی کیلئے

ملتان ڈویژن کی واحد بڑی دکان

پائونیر الیکٹرک کمپنی

پائونیر مارکیٹ۔ بیرون حرم گیٹ ملتان شہر،

سے رجوع فرماویں

پروپرائٹر چوہدری عبداللطیف قادیانی

حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ

اپنی کتاب "براہینِ احمدیہ" حصّہ پنجم میں فرماتے ہیں:۔

"سیّد الانبیاء و خیر الوریٰ مولانا و سیّدنا حضرت محمدِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک عظیم الشّان حُسن لے کر آئے جس کی تعریف میں یہی آیتِ کریمہ کافی ہے دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ یعنی وہ نبیؐ جنابِ الٰہی کے بہت قریب چلا گیا۔ اور پھر مخلوق کی طرف جُھکا اور اِس طرح پر دونوں حقوق کو جو حقّ اللہ اور حقّ العباد ہیں ادا کر دیا اور دونوں قسم کا حُسنِ رُوحانی ظاہر کیا۔ اور دونوں قوسوں میں وِتر کی طرح ہو گیا"۔

۱۸

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

اپنے لیکچر "پیغامِ صُلح" میں فرماتے ہیں:-

"جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمّد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے اور آں جناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے اُن سے ہم کیونکر صُلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صُلح کر سکتے ہیں لیکن اُن لوگوں سے ہم صُلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبیؐ پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے۔ ہم ایسا کام نہیں کرنا چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے۔"

صرف ٹائیٹل نصرت پریس ربوہ میں چھپا